خداداد بے شمار دولت اور علم

عظیم الشان اصولی فقیہ، علم و عمل اور عبادت میں مشہور شخصیت حجۃ الاسلام شفتی سید کے نام سے مشہور، اپنی ابتدائے تعلیم کے دوران نجف اشرف میں زندگی بسر کیا کرتے تھے، بہت زیادہ غربت اور پریشانی کی زندگی تھی، اکثر اوقات ایک وقت کے کھانے کے لالے پڑ جاتے تھے، نجف اشرف میں رہنا ان کے لئے مشکل تھا، لیکن تمام تر مشکلات کے باوجود تحصیل علم کے لئے حوزہ اصفہان گئے جو اس موقع پر شیعوں کا ایک پُر رونق حوزہ تھا لیکن وہاں پر بھی مشکلات اور پریشانیوں میں مبتلا رہے۔

ایک روز ان کے لئے کہیں سے کچھ پیسہ آیا، اہل وعیال کے کھانے کے انتظام کے لئے بازار گئے، انھوں نے سوچا کہ اپنی اور اہل وعیال کی بھوک مٹانے کے لئے کوئی سستی سی غذا خریدیں۔

ایک قصائی کی دکان سے ایک جگر خریدا اور خوشی خوشی گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

راستہ میں ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کی طرف سے گزر ہوا دیکھا کہ ایک ضعیف اور کمزور سی کتیا زمین پر پڑی ہوئی ہے، اور اس کے چند پلّے اس کے سینہ سے چپکے ہوتے ہیں اور دودھ مانگ رہے لیکن اس بھوکی اور کمزور کتیا کے پستان میں دودھ نہیں ہے۔

کتیا کی حالت دیکھ کر اور اس کے بچوں کی فریاد سن کر سید کھڑے ہو گئے، جبکہ خود موصوف اور ان کے اہل وعیال کو بھی اس غذا کی ضرورت تھی لیکن انھوں نے خواہش نفس پر کوئی توجہ نہیں کی اور تمام جگر اس کو کھلا دیا، اس کتیا نے اپنی دم ہلائی اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا گویا خداوند عالم کی بارگاہ میں اپنی بے زبانی سے اس محسن اور ایثار گر کے حق میں دعا کر رہی ہے۔

سید فرماتے ہیں: اس کتیا اور اس کے بچوں پر رحم کئے ہوتے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ شفت کے علاقہ سے بہت سا مال میرے پاس لایا گیا، اور کہا: وہاں کے رہنے والے ایک شخص نے ایک صاحب کو کاروبار کرنے کے لئے پیسہ دیا اور اس سے کہا: اس کا فائدہ سید شفتی کے لئے بھیج دیا جائے، اور میرے مرنے کے بعد میرا سارا مال اور اس کے تمام منافع سید کے پاس بھیج دیئے جائیں، اس میں مال کا منافع سید کے ذاتی اخراجات کے لئے اور اصل مال ان کی مرضی کے مطابق خرچ کیا جائے!

سید نے اپنے سے متعلق مال کو تجارت میں لگا دیا اور اس کے فائدے سے کچھ زمین و باغات خریدے، موصوف اس کے منافع سے غریبوں کی امداد اور طلباء کو شہریہ دیا کرتے تھے، نیز لوگوں کی مشکلات کو دور فرماتے تھے، اور ایک عظیم الشان مسجد بنائی جو آج کل اصفہان کی ایک آباد اور سید کے نام سے مشہور ہے، موصوف کی قبر بھی اسی مسجد کے کنارے ایک پُر رونق مقبرہ میں ہے۔

ایک پرہیز گار اور بیدار جوان

قبیلہ انصار سے ایک شخص کہتا ہے: گرمی کے دنوں میں ایک روز رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص آیا جس نے اپنا کرتہ اتار دیا، اور گرم ریت پر لوٹنا شروع کر دیا، کبھی پیٹھ کے بل اور کبھی پیٹ کے بل اور کبھی

اپنا چہرہ گرم ریت پر رکھتا ہے اور کہتا ہے: اے نفس! اس گرم ریت کا مزہ چکھ، کیونکہ خداوند عالم کا عذاب تو اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس واقعہ کو دیکھ رہے تھے، جس وقت وہ جوان وہاں سے اٹھا اور اس نے اپنے کپڑے پہن کر ہماری طرف دیکھ کر جانا چاہا، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ہاتھ کے اشارے سے بلایا، جب وہ آگیا تو آنحضرت نے اس سے فرمایا: اے بندہ خدا! میں نے اب تک کسی کو ایسا کام کرتے نہیں دیکھا اس کام کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: خوف خدا، میں نے اپنے نفس سے یہی طے کرلیا ہے تا کہ شہوت اور طغیان سے محفوظ رہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو نے خدا سے ڈرنے کا حق ادا کر دیا ہے خداوند عالم تیرے ذریعہ اہل آسمان پر فخر و مباہات کرتا ہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: سب لوگ اپنے اس دوست کے پاس جمع ہوجاؤ تا کہ یہ تمہارے لئے دعا کردے، سب اصحاب جمع ہو گئے تو اس نے اس طرح سے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ اَمْرَنا عَلَی الْھُدیٰ وَاجْعَلِ التَّقْویٰ زادَنا وَالْجَنَّۃَ مَآبَنا ۔ [1]

پالنے والے! ہماری زندگی ہدایت پر گامزن رکھ، تقویٰ کو ہماری زادہ راہ، اور بہشت کو ہماری جایگاہ بنادے۔

ایک جوان عابد اور گناہ کے خطرہ پر توجہ

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے ایک جوان کو گمراہ کرنا چاہا، بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ کہتے تھے: اگر فلاں عابد اس عورت کو دیکھے گا تو عبادت چھوڑ دے گا، جیسے ہی اس بدکار عورت نے ان کی باتوں کو سنا تو کہنے لگی: خدا کی قسم میں اس وقت تک اپنے گھر نہ جاؤں گی جب تک کہ اس کو گمراہ نہ کردوں، چنانچہ رات گئے اس عابد کے دروازہ پر آئی اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اس عابد نے دروازہ نہ کھولا، وہ عورت چلائی اور کہا: مجھے اندر آنے دے، لیکن اس نے نہ کھولا، اس عورت نے کہا: بنی اسرائیل کے کچھ جوان مجھ سے بُرا کام کرنا چاہتے ہیں اگر تو مجھے پناہ نہیں دے گا تو میں ذلیل و رسوا ہوجاؤں گی!

جیسے اس عابد نے یہ آواز سنی دروازہ کھول دیا، وہ عورت جیسی ہی اس کے گھر میں آئی تو اس نے اپنے کپڑے اتار دئے، اس عابد نے جیسے ہی اس کی زیبائی اور خوبصورتی کو دیکھا تو وسوسہ میں پڑ گیا، اس کے بدن پر ہاتھ رکھا اور پھر ایک گھری سوچ میں پڑ گیا، کچھ دیر سوچ کر چولہے کی طرف گیا اور آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دیا، وہ عورت پکاری: ارے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا: جو ہاتھ نامحرم کے بدن تک پہنچا ہے اس کو جلانا چاہتا ھوں، چنانچہ یہ دیکھ کر وہ عورت بھاگ کھڑی ہوئی اور بنی اسرائیل کے لوگوں کے پاس جا کر کہا: دوڑو اور اس جوان کو بچاؤ کیونکہ اس نے اپنا ہاتھ آگ میں رکھ دیا ہے، جیسے ہی لوگ دوڑے تو دیکھا کہ اس کا ہاتھ

---

[1] امالی صدوق: ص340، المجلس الرابع والخمسون، حدیث26؛ بحارالانوار، ج67، ص378، باب59، حدیث23۔

جل چکا ہے۔[۱]

پوریائے ولی لیکن اپنے نفس سے جنگ کرنے والا

پوریائی ایک قدرتمند اور زبردست پہلوان تھا جس نے اپنے زمانہ کے تمام پہلوانوں سے کشتی لڑی اور سب کو پچھاڑ ڈالا تھا، جس وقت وہ اصفہان میں پہنچا تو اس نے اصفہان کے بھی تمام پہلوانوں سے کشتی لڑی اور سبھی پر فاتح رہا، چنانچہ اس نے شہر کے پہلوانوں سے درخواست کی کہ میرے بازو پر بند ہے ہوتے بازوبند پر مہر لگا کر میری پہلوانی کا اقرار کرتے ہوتے دستخط کرو تو شہر کے پہلوانوں کے رئیس کے علاوہ سب نے دستخط کر دیئے چونکہ اس نے ابھی تک اس سے کشتی نہیں لڑی تھی اس نے کہا کہ میں پوریا سے کشتی لڑوں گا اگر اس نے مجھے ہرادیا تب وقت دستخط کروں گا۔ میدان عالی قاپو میں جمعہ کے روز کشتی کا پروگرام رکھا گیا تاکہ اس بے نظیر کشتی کو دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہوسکیں، شب جمعہ پوریائی نے دیکھا کہ ایک بُڑھیا حلوا بانٹ رہی ہے اور التجا کے انداز میں کہہ رہی ہے: یہ حلوا کھاؤ اور میرے لئے دعا کرو کہ خداوند عالم میری حاجت پوری کردے۔

پوریائی نے پوچھا! ماں تیری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا: میرا بیٹا اس شہر کا سب سے بڑا پہلوان ہے، وہ میری اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی لاتا ہے، کل اس کی کشتی پوریائی سے ہے، کچھ لوگ اس کی مدد کرتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر وہ کشتی ہار گیا تو کہیں وہ لوگ اس کو پیسہ دینا بند نہ کردیں اور ہماری زندگی سختی اور پریشانی میں گزرنے لگے!

پوریائی نے اسی وقت یہ ٹھان لی کہ شہر اصفہان کے مشہور پہلوان کو زیر کرنے کے بجائے اپنے نفس کو زیر کرے گا، چنانچہ اسی نیت سے اس نے کشتی لڑنا شروع کی، جس وقت کشتی ہونے لگی، تو اس نے اندازہ لگالیا کہ ایک وار میں اس کو زمین پر گرا سکتا ہے، لیکن اس نے اس طرح کشتی لڑی کہ خود اس پہلوان سے ہار گیا تاکہ چند لوگوں کی روزی روٹی بند نہ ہونے پائے، اس کے علاوہ اس بڑھیا کے دل کو بھی خوش کردے، اور خود بھی رحمت الٰہی کا مستحق ہوجائے۔

آج بھی اس کا نام تاریخ پہلوانی میں ایک بلند انسان، شجاع اور بخشش کرنے والے کے نام سے باقی ہے، اس کی قبر گیلان میں ہے، اور لوگ اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔[۲]

جن لوگوں نے ہوائے نفس اور ہوا و ہوس سے جنگ کی ہے اور بلند و بالا منصب اور ملکوتی درجات پر پہنچے ہیں، ان کا نام قرآن، حدیث اور تاریخ میں بیان ہوا ہے ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگر ان سب کے حالات کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو واقعاً چند جلد کتاب ہوجائے۔

ہوائے نفس اور حرام شہوت سے مقابلہ کے سلسلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام بہت سی احادیث بیان

---

[۱] قصص راوندی ص83، حدیث 222؛ بحارالانوار، ج67، ص387، باب 59، حدیث 52۔

[۲] جامع النورین ص234۔

ہوئی ہیں، جن میں چند کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خداوند عالم کا فرمان ہے:

وَعِزَّتِی وَجَلَالِی وَ عَظَمَتِی وَبَهَائِی وَعُلُوِّ ارْتِفَاعِی، لَایُؤْثِرُ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ هَوَایَ عَلیٰ هَوَاهُ فِی شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا اِلاَّ جَعَلْتُ غِنَاهُ فِی نَفْسِهِ، وَهِمَّتَهُ فِی آخِرَتِهِ، وَضَمَّنْتُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ رِزْقَهُ، وَ كُنْتُ لَهُ مِنْ وَرَاءِ تِجَارَةِ كُلِّ تَاجِرٍ۔ [۱]

مجھے اپنی عزت وجلال، بزرگی وحسن اور بلند وبالا مقام کی قسم کوئی بھی میرا بندہ اپنی خواہشات پر میری مرضی کو مقدم نہیں کرے گا مگر یہ میں اس کو بے نیاز بنا دوں گا، اور اس کی ہمت وقصد کو آخرت کی طرف موڑ دوں گا، زمین وآسمان کو اس کی روزی کا کفیل بنا دوں گا، اور خود میں اس کے لئے ہر تاجر کی تجارت سے بہتر منافع عطا کروں گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اِذَا كَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تَقُومُ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ فَیَأْتُونَ بَابَ الْجَنَّةِ فَیَضْرِبُونَهُ، فَیُقَالُ لَهُمْ: مَنْ اَنْتُمْ؟ فَیَقُولُونَ: نَحْنُ اَهْلُ الصَّبْرِ، فَیُقَالُ لَهُمْ: عَلَی مَا صَبَرْتُمْ؟ فَیَقُولُونَ: كُنَّا نَصْبِرُ عَلَی طَاعَةِ اللهِ وَنَصْبِرُ عَنْ مَعَاصِی اللهِ، فیقول الله عَزَّ وَجَلَّ: صَدَقُوا، اَدْخِلُوهُمُ الْجَنَّةَ وَهُوَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: "... اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ"۔ [۲]

جس وقت قیامت بر پا ہوگی، کچھ لوگ اٹھیں گے اور جنت کے دروازہ کی طرف جانے لگیں گے، وہاں پہنچ کر دق الباب کریں گے، آواز آئے گی: تم کون لوگ ہو؟ تو وہ کہیں گے: اہل صبر، سوال ہوگا: تم لوگوں نے کس چیز پر صبر کیا: جواب دیں گے: ہم نے اطاعت خدا اور اس کی معصیت پر صبر کیا، اس وقت آواز قدرت آئے گی: یہ لوگ ٹھیک کہتے ہیں، ان کو جنت میں داخل ہونے دو، اسی چیز کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: پس صبر کرنے والے ہی وہ ہیں جن کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

طُوبیٰ لِمَنْ لَزِمَ بَیْتَهُ، وَاَكَلَ قُوتَهُ، وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهِ، وَبَكیٰ عَلیٰ خَطِیئَتِهِ، فَكَانَ مِنْ نَفْسِهِ فِی شُغُلٍ، وَالنَّاسُ مِنْهُ فِی رَاحَةٍ۔ [۳]

خوش نصیب ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہے، اور اپنی روزی روٹی کھاتا رہے، خدا کی اطاعت میں مشغول رہے، اپنے گناہوں پر گریہ کرتا رہے، اپنے ہی کاموں میں مشغول رہے اور دوسرے لوگوں کو پریشان نہ کرے۔

---

[۱] کافی، ج

[۲] سورہ زمر، آیت ۱۰

[۳] نہج البلاغہ: 403، خطبہ 175؛ بحار الانوار، ج 67، ص 111، باب 49 حدیث 13۔

یعقوب بن شعیب کہتے ہیں: میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

مَانَقَلَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ عَبْداً مِنْ ذُلِّ الْمَعاصِی اِلیٰ عِزِّ التَّقْوىٰ اِلاّ اَغْناهُ مِنْ غَيْرِ مالٍ، وَاَعَزَّهُ مِنْ غَيْرِ عَشِيرَةٍ، وآنَسَهُ مِنْ غَيْرِ بَشَرٍ۔ [1]

خداوند عالم کسی بھی بندہ کو گناہوں کی ذلت سے تقویٰ کی عزت کی طرف نہیں پھونچاتا مگر یہ کہ اس کو بغیر مال و دولت کے بے نیاز بنادیتا ہے اور اس کو بغیر قوم وقبیلہ کے عزت دیتا ہے اور اس کو بغیر انسان کے انس دیدیتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ ذَرَفَتْ عَيناهُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ قَطْرَةٍ قَطَرَتْ مِنْ دُموعِهِ قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ مُكَلَّلٌ بِالدُّرِّ وَ الْجَوْهَرِ، فيهِ مَالَا عَينٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔ [2]

جو شخص خوف خدا میں آنسو بھائے، اس کے ہر قطرہ کے عوض بہشت میں ہیرے جواھرات سے بنا ہوا ایک محل ملے گا، اس قصر میں ایسی چیزیں ہیں جس کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہو اور نہ ہی کسی دل میں اس کے متعلق خطور ہوا ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

كُلُّ عَينٍ باكِيَةٌ يَوْمَ الْقِيامَةِ اِلاَّ ثَلاثَةً: عَينٌ غُضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ، وَعَينٌ سَهِرَتْ فِي طَاعَةِ اللهِ، وَعَينٌ بَكَتْ فِي جَوْفِ اللَّيلِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ۔ [3]

وم قیامت ہر آنکھ گریہ کرے گی سوائے تین آنکھوں کے: جس آنکھ سے حرام خدا کو نہ دیکھا ہو، جو آنکھ اطاعت وعبادت خدا میں جاگی ہو، اور وہ آنکھ جو رات کے اندھیرے میں خوف خدا سے روئی ہو۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الصَّدَقَةَ تَزِيدُ صَاحِبَها كَثْرَةً، فَتَصَدَّقُوا يَرْحَمْكُمُ اللهُ۔ وَاِنَّ التَّواضُعَ يَزِيدُ صاحِبَهُ رِفْعَةً، فَتَواضَعُوا يَرْفَعْكُمُ اللهُ۔ وَاِنَّ الْعَفْوَ يَزِيدُ صَاحِبَهُ عِزّاً، فَاعْفُوا يُعِزَّكُمُ اللهُ۔ [4]

بے شک صدقہ صاحب مال کے مال میں اضافہ کرتا ہے، پس راہ خدا میں صدقہ دیا کرو، خداوند عالم تم پر رحمت نازل کرے، تواضع وانکساری کرنے والے کی سربلندی میں اضافہ ہوتا ہے، پس تواضع وانکساری کرو، خداوند عالم تم کو سربلند وسرفراز فرمائے گا، عفو وبخشش کرنے والے کی عزت وسربلندی میں اضافہ ہوتا ہے، پس عفو وبخشش سے کام لو خداوند عالم تم کو عزت دے گا۔

---

[1] کافی ج،2،ص76، باب الطاعۃ والتقوی، حدیث8؛ وسائل الشیعہ: ج15،ص241، باب20، حدیث20385۔

[2] امالی صدوق: 431، مجلس66، حدیث1؛ مجموعۂ ورام ج،2 ص263؛ وسائل الشیعہ ج15،ص223، باب15، حدیث20333۔

[3] کافی، ج2،ص482، باب البکاء، حدیث4؛ عوالی اللئالی: ج4 ص21، حدیث59؛ وسائل الشیعہ: ج15،ص228، باب15، حدیث20346۔

[4] کافی، ج2،ص121، باب التواضع، حدیث1؛ بحارالانوار ج72،ص124، باب51، حدیث23۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا:

اَلاٰ اِنَّہُ مَنْ یُنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِہِ لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلاَّ عِزًّ ۔[1]

آگاہ ہوجاؤ کہ جو شخص دوسرے لوگوں سے انصاف کرے گا، خداوند عالم اس کی عزت و سربلندی میں اضافہ فرمادے گا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

طُوبیٰ لِمَنْ طابَ خُلُقُہُ، وَطَھُرَتْ سَجِیتُہُ، وَصَلُحَتْ سَرِیرَتُہُ، وَحَسُنَتْ عَلانِیتُہُ، وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مالِہِ، وَاَمْسَکَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِہِ، وَاَنْصَفَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِہِ ۔[2]

خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا اخلاق اچھا ہو، جس کی طینت پاک ہو، جس کا باطن صالح اور نیک ہو، جس کا ظاہر نیک ہو، اپنے اضافی مال سے انفاق کرے، اور زیادہ گفتگو سے پرہیز کرے، اور لوگوں کے ساتھ انصاف سے کام لے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں بیان شدہ احادیث میں مختلف مسائل کو ملاحظہ کیا جن کا خلاصہ یہ ہے: آخرت کو دنیا پر ترجیح دینا، عبادت خدا میں صبر وضبط کرنا، (یعنی عبادت کی مشکلات سے نہ گھبرانا) گناہوں کے مقابلہ میں استقامت دکھانا، حلال رزق پر قناعت کرنا، اطاعت الٰہی میں مشغول رہنا، گناہوں پر آنسو بھانا، اپنے کاموں میں مشغول رہنا، لوگوں کو اذیت دینے سے پرہیز کرنا، تقویٰ الٰہی کی رعایت کرنا، رات کے سناٹے میں خوف خدا سے آنسو بھانا، نامحرم پر نظر کرنے سے پرہیز کرنا، عبادت کے لئے شب بیداری کرنا، راہ خدا میں صدقہ دینا، تواضع وانکساری اور عفو وبخشش سے کام لینا، اپنی طرف سے تمام لوگوں کے ساتھ انصاف کرنا، اخلاق حسنہ رکھنا، پاک طبیعت رکھنا، شائستہ باطن رکھنا، پسندیدہ ظاہر رکھنا، اضافی مال کو راہ خدا میں خرچ کرنا، زیادہ گفتگو سے پرہیز کرنا۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان تمام چیزوں کو عملی جامہ پہنانا، خواہشات نفسانی سے جنگ کئے بغیر ممکن نہیں ہے، جو شخص شیطانی چالوں سے دنیاوی اور مادی امور، ہوائے نفس اور بے لگام شہوت کے ساتھ مقابلہ کرے تو واقعاً اس نے جھاد اکبر کیا ہے اور اسے اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوگا، وہ فائدہ جس کا وعدہ خداوند عالم نے انبیاء اور ائمہ علیہم السلام سے کیا ہے۔

فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے

فرصت کو غنیمت جاننا چاہئے بالخصوص اپنے پاس موجود فرصت کی قدر کرنا چاہئے، عمر کی فرصت کے بارے میں؛ خدا کا حکم، انبیاء وائمہ علیہم السلام اور اولیاء الٰہی کی وصیت ہے، کیونکہ انسان اسی عمر کی فرصت میں اپنے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرسکتا ہے،

[1] کافی ج2، ص144، باب الانصاف والعدل، حدیث4؛ وسائل الشیعہ، ج15، ص283، باب34، حدیث20525۔

[2] کافی، ج2، ص144، باب الانصاف والعدل، حدیث1؛ وسائل الشیعہ ج15، ص284، باب34، حدیث20528؛ بحارالانوار ج72، ص29، باب 35، حدیث22

برائیوں کی جگہ اچھائیوں کو قرار دے سکتا ہے، اور ظلمت وتاریکی کی جگہ نور وروشنی کو قرار دے سکتا ہے۔

اگر فرصت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے، اور کوئی اچھا کام انجام نہ دیا جائے، اور موت کا پیغام پہنچ جائے، اور عمر کا چراغ اس موقع پر گل ہونے لگے کہ انسان توبہ کی فرصت نہ پاسکے، تو اس موقع پر شرمندگی اور پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

جس وقت طلحہ جنگ جمل میں مروان بن حکم کے تیر سے زمین پر گرا، اور اس دنیا سے چلنے لگا تو کہتا ہے: میری بدبختی ہے کہ بزرگان قریش (حضرت علی علیہ السلام) کی بزرگی کو نہیں دیکھ سکا، لیکن طلحہ کو یہ احساس اس وقت ہوا جب فرصت ہاتھ نکل چکی تھی، اور اس کی زندگی کا دیا گل ہونے والا تھا، طلحہ وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی، لیکن حضرت علی علیہ السلام نے چونکہ اس کی ناجائز پیش کش کو قبول نہیں کیا تھا نیز اُدھر معاویہ نے اس کو بھڑکا یا اور اس پر اثر ہوگیا، لہٰذا اس نے حضرت امیر کی بیعت توڑ ڈالی، اور اپنی دنیا وآخرت کو تاریک کرڈالا۔

جناب نوح اور جناب لوط علیہم السلام کی ازواج نے اپنے شوہروں کی مسلسل مخالفت کی، اور آخری لحات اور فرصت کے ختم ہونے تک انھوں نے مخالفت جاری رکھی یہاں تک کہ دونوں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور اس دنیا سے چلی گئیں۔

جناب آسیہ سلام اللہ علیہا زوجہ فرعون نے فرصت کو غنیمت شمار کیا اور خدا کی رضا کو اپنے شوہر کی رضا پر مقدم رکھا، جس کی بنا پر اسے خوشنودی خدا اور ہمیشہ کے لئے بہشت مل گئی۔

جناب خدیجہ سلام اللہ علیہا نے فرصت کو غنیمت سمجھا، اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں قربانی دی اور دنیا وآخرت کی سعادت حاصل کرلی، ان کی قوم نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے کی وجہ سے قطع تعلق کرلیا، لیکن جناب خدیجہ نے خدا سے رابطہ مستحکم کرلیا، اور اس طرح سے فوز عظیم پر فائز ہوگئیں۔ حرّ بن یزید ریاحی نے باقی بچی تھوڑی سی فرصت کو غنیمت شمار کیا اور اس غنیمت کے خزانہ سے ہمیشہ کے لئے عظیم الشان منفعت حاصل کرلی۔

جی ہاں! جس شخص نے فرصت کو غنیمت شمار کیا اگرچہ تھوڑی سی فرصت کیوں نہ ہو، نور الٰہی اس کے دل میں چمک اٹھتا ہے اور اس کی نصرت ومدد کرتا ہے۔ اس موقع پر کہا جانا چاہئے: وہ نور ہدایت جس نے عابد وزاہد کے دل میں راہ خدا کو واضح کیا اس نے تمام طاقتوں کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیا، چنانچہ اس کے کان کو نغمہ الٰہی اور سخن حق کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دیتی، جس کا ذائقہ کسی بھی حرام چیز کو چکھنے کے لئے تیار نہیں ہے، آنکھیں نامحرم کے بدن کی طرف اٹھنے سے رک گئیں، درحقیقت ایک عالم عارف کی نگاہ ایک معمولی آنکھ سے کہیں زیادہ دیکھتی ہے، کیونکہ اس کو اندر سے نور ہدایت طاقت پہنچاتا رہتا ہے، اور اسی نور کے ذریعہ پہلے وہ خالق کائنات کی مخلوق کے جلال وجلووں کو دیکھتا ہے، اور اس کے بعد اپنی ظاہری آنکھوں سے اس دنیا کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔

راہ خدا پر چلنے والا دوسروں کی طرح نہیں دیکھتا، کہ جہاں دوسرے لوگ زندگی کو لذت حاصل کرنے اور اپنے مقصد تک رسائی کے لئے دیکھتے ہیں، اور آخر کار پشیمان ہوکر فریاد کرنے لگتے ہیں: ھائے کوئی چیز کام آنے والی باقی نہ رہی اور اب اپنے یا

دوسروں کی کوئی امید نہیں ہے۔

جس شخص کونور ہدایت حاصل ہوجاتا ہے اس کی زندگی کے اغراض ومقاصد بلند وبالا ہوتے ہیں، اور وہ صرف ظاہری زندگی کی شناخت پر قناعت نہیں کرتا بلکہ زندگی کے اسرار ورموز کی گھرائی میں جاتا ہےاوراس حاصل شدہ بصیرت سے اپنی زندگی کے لمحات گزارتا ہے۔یہی وہ بصیرت ہے جس سے انسان ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی یاد خدا سے غافل نہیں ہوتا۔اگر انسان کو عالم ہستی کی اہمیت معلوم ہوجائے تو کیا وہ ایک لمحہ کے لئے غفلت کی زندگی بسر کرسکتا ہے؟غفلت کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی غفلت کی مقدار بھر اپنے وجود میں کمی اورنقصان کا تصور کرے۔[1]

نیکیوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا

"کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلَی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِیمٌ"۔[2]

۔۔۔تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

زیبائی اور برائی گزشتہ صفحہ میں بیان ہونے والے دوعنوان سے باطنی،معنوی،اخلاقی اور عملی زیبائی اور برائی مراد ہے۔

جوشخص اپنے ارادہ واختیار اور شناخت ومعرفت کے ذریعہ الٰہی حقائق (اخلاقی حسنات) اور عملی واقعیات (احکام خداوندی) کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے،اس نقش کو ایمان کے روغن سے جلا دیتا ہے،اور زمانہ کے حوادث وآفات سے نجات پالیتا ہے،جس کے ذریعہ سے انسان بہترین سیرت اور خوبصورت وشائستہ صورت بنالیتا ہے۔

الٰہی حقائق یا اخلاقی حسنات خداوند عالم کے اسماء وصفات کے جلوے اور ارادہ پروردگار کے عملی واقعیات کے جلوے ہیں،اسی وجہ سے یہ چیزیں انسان کی سیرت وصورت کو بازار مصر میں حُسن یوسف کی طرح جلوہ دیتے ہیں،اور دنیا وآخرت میں اس کو خریدنے والے بہت سے معشوق نظر آتے ہیں۔

لیکن وہ انسان جو اپنے قلم وارادہ واختیار سے جہل وغفلت غرور وتکبر، بُرے اخلاق اور برے اعمال کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے،جس کی وجہ سے وہ گناہوں میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے، جو انسان کی ہمیشگی ہلاکت کے باعث ہیں،ان ہیں کی وجہ سے ان کی صورت بدشکل اور تیرہ وتاریک ہوجاتی ہے۔

اخلاقی برائیاں، بُرے اعمال شیطانی صفات کا انعکاس اور شیطانی حرکتوں کا نتیجہ ہیں،اسی وجہ سے انسان کی سیرت و

---

[1] شرح نہج البلاغہ،علامہ جعفری،ج14ص94

[2] سورۂ انعام،آیت54۔

صورت پر شیطانی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں، جس کی بنا پر خدا، انبیاء اور ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اس کے دامن گیر ہو جاتی ہے۔

معنوی و روحانی زیبائی و برائی کے سلسلہ میں ہمیں قرآن مجید کی آیات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ ان الٰہی حقائق اور آسمانی تعلیمات سے آشنائی کے ذریعہ اپنے کو مزین کریں، اور توبہ و استغفار کے ذریعہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کو کامل کرلیں:

"وَإِذَا جَائَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [1]

اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہئے کہ سلام علیکم۔۔۔تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم قرار دے لی ہے کہ تم میں جو بھی از روئے جہالت برائی کرے گا اور اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے گا تو خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

نیکوں سے مزین ہونا اور برائیوں سے پرہیز کرنا

زیبائی اور گرائی گزشتہ صفحہ میں بیان ہونے والے دوعنوان سے باطنی، معنوی، اخلاق اور عملی زیبائی اور برائی مراد ہے۔

جو شخص اپنے ارادہ و اختیار اور شناخت و معرفت کے ذریعہ الٰہی حقائق (اخلاق حسنات) اور عملی واقعیات (احکام خداوندی) کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، اس نقش کو ایمان کے روغن سے جلا دیتا ہے، اور زمانہ کے حوادث و آفات سے نجات پا لیتا ہے، جس کے ذریعہ سے انسان بہترین سیرت اور خوبصورت و شائستہ صورت بنالیتا ہے۔

الٰہی حقائق یا اخلاقی حسنات خداوند عالم کے اسماء و صفات کے جلوے اور ارادہ پروردگار کے عملی واقعیات کے جلوے ہیں، اسی وجہ سے یہ چیزیں انسان کی سیرت و صورت کو بازار مصر میں حسن کی طرح جلوہ دیتے ہیں، اور دنیا آخرت میں اس کو خریدنے والے بہت سے معشوق نظر آتے ہیں۔

لیکن ہوا انسان جو اپنے قلم و ارادہ و اختیار سے جہل و غفلت گرور و تکبر، برے اخلاق اور برے اعمال کو اپنے صفحہ دل پر نقش کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ گناہوں میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے، جو انسان کی ہمیشگی ہلاکت کے باعث ہیں، ان ہیں کی وجہ سے ان کی صورت بدشکل اور تیرہ و تاریک ہو جاتی ہے۔

اخلاقی برائیاں، برے اعمال شیطانی صفات کا انعکاس اور شیطانی حرکتوں کا نتیجہ ہیں، اسی وجہ سے انسان کی سیرت و صورت پر شیطانی نشانیاں دکھائی دیتی ہیں، جس کی بنا پر خدا، انبیاء اور ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی اس

[1] سورۂ انعام، آیت 54۔

کے دامن گیر ہو جاتی ہے۔

معنوی و روحانی بیائی و برائی کے سلسلہ میں ہمیں قرآن مجید کی آیات اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ معصومین ؑ کی احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے، تاکہ ان الٰہی حقائق اور آسمانی تعلیمات سے آشنائی کے ذریعہ اپنے کو مزین کریں، اور توبہ واستغفار کے ذریعہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کو کامل کرلیں:

"وَإِذَا جَائَكَ الَّذِينَ يؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلاَمٌ عَلَيكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءاً بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ"۔ [1]

اہل ہدایت وصاحب فلاح

"الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ"۔ [2]

جولوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ پابندی سے پورے اہتمام کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔ وہ ان تمام باتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جنہیں (اے رسول) ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت کے حامل ہیں اور یہی لوگ فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

مذکورہ آیت سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

1۔غیب پر ایمان۔
2۔نماز قائم کرنا۔
3۔صدقہ اور حقوق کی ادائیگی۔
4۔قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان۔
5۔آخرت پر یقین۔

غیب پر ایمان

غیب سے مراد ایسے امور ہیں جن کو ظاہری حواس سے درک نہیں کیا جا سکتا، چونکہ ان کو حواس کے ذریعہ نہیں درک کیا جا سکتا لہٰذا ان کو غیبی امور کہا جاتا ہے۔

غیب، ان حقائق کو کہتے ہیں جن کو دل اور عقل کی آنکھ سے درک کیا جا سکتا ہے، جس کے مصادیق خداوند عالم، فرشتے،

---

[1] سورۂ انعام، آیت 54۔

[2] سورۂ بقرہ، آیت 3-5۔

برزخ، روز محشر، حساب، میزان اور جنت وجہنم ہے، ان کا بیان کرنا انبیاء، ائمہ علیہم السلام اور آسمانی کتابوں کی ذمہ داری ہے۔

ان حقائق پر ایمان رکھنے سے انسان کا باطن طیب وطاھر، روح صاف و پاکیزہ، تزکیہ نفس، روحی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے نیز اعضاء وجوارح خدا اور رسول اور اہل بیت علیہم السلام کے احکام کے پابند ہوجاتے ہیں۔

غیب پر ایمان رکھنے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اس میں عدالت پیدا ہوتی ہے، اور انسان کی تمام استعداد شکوفہ ہوتی ہیں، یہی ایمان اس کے کمالات میں اضافہ کرتا ہے، نیز خداوندعالم کی خلافت و جانشینی حاصل ہونے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

کتاب خدا، قرآن مجید جو احسن الحدیث، اصدق قول اور بہترین وعظ ونصیحت کرنے والی کتاب ہے، جس کے وحی ہونے کی صحت واستحکام میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اس نے مختلف سوروں میں مختلف دلائل کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ قرآن کتاب خدا ہے، جن کی بنا پر انسان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں رہتا، قرآن کریم کی بہت سی آیات میں غیب کے مکمل مصادیق بیان کئے گئے ہیں اور ان آیات کے ذیل میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بہت اہم احادیث بیان ہوئی ہیں جن کے پر توجہ کرنے سے انسان کے لئے غیب پر ایمان ویقین کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے۔

خداوندعالم

قرآن مجید نے خداوندعالم کو تمام کائنات اور تمام موجودات کے خالق کے عنوان سے پہچنوایا ہے، اور تمام انسانوں کو خدا کی عبادت کی دعوت دی ہے، اس کا شریک اس کی ضد ومثل اور اس کا کفو قرار دینے سے سخت منع کیا ہے اور اس کو غفلت و جہالت کا نتیجہ بتایا ہے، اور کسی چیز کو اس کے خلاف بیان کرنے کو فطرت ووجدان کے خلاف شمار کیا ہے، اس عالم ہستی میں صحیح غور و فکر کرنے کی رغبت دلائی ہے، اور فطری، عقلی، طبیعی اور علمی دلائل وشواہد کے ذریعہ غیر خدا کے خالق ہونے کو باطل قرار دیا ہے، اور اس جملہ کو بے بنیاد، بے معنی اور مسخرہ آمیز بتایا ہے کہ یہ چیزیں خود بخود وجود میں آگئی ہیں اس کی شدت کے ساتھ ردّ کی ہے اور علمی منطق اور عقل سلیم سے کوسوں دور بتایا ہے، المختصر: قرآن مجید نے اپنی آیات کے اندر انسان کے جہل اور غفلت جیسی بیماریوں کا علاج بتایا ہے، اور فطرت ووجدان کو جھنجھوڑتے ہوتے عقل ودل کی آنکھوں کے سامنے سے شک وتردید اور اوھام کے پردوں کو ہٹادیا ہے، اور خداوندعالم کے وجود کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے، نیز اس معنی پر توجہ دلائی ہے کہ آئینہ ہستی کی حقیقت روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے، اور خدا کی ذات اقدس میں کسی کے لئے شک وتردید کا کوئی وجود نہیں ہے:

"...أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ...". [1]

...کیا تمہیں اللہ کے وجود کے بارے میں بھی شک ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے اور تمہیں اس لئے بلاتا

[1] سورۂ ابراھیم، آیت 10

ہے کہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے۔۔۔

"یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"۔ [1]

اے انسانو! پروردگار کی عبادت کروجس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی خلق کیا ہے۔ شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔ اس پروردگار نے تمہارے لئے زمین کا فرش اور آسمان کا شامیانہ بنایا ہے اور پھر آسمان سے پانی برسا کر تمہاری روزی کے لئے زمین سے پھل نکالے ہیں لہٰذا اس کے لئے جان بوجھ کر کسی کو ھمسر اور مثل نہ بناؤ۔

جی ہاں! اس نے ہمیں اور ہم سے پہلے انسانوں کو خلق کیا، آسمانوں کو بنایا، تمہاری زندگی کے لئے زمین کا فرش بچھایا، تمہارے لئے بارش برسائی، جس کی وجہ سے مختلف قسم کے پھل اور اناج پیدا ہوئے، اگر یہ تمام عجیب وغریب چیزیں اس کا کام نہیں ہے تو پھر کس کا کام ہے؟

اگر کوئی کہتا ہے کہ ان تمام عجیب وغریب خلقت کی پیدائش کی علت تصادف (یعنی اتفاق) ہے تو اس کی مستحکم منطقی اور عقلی دلیل کیا ہے؟ اگر کہا گیا کہ یہ چیزیں خود بخود پیدا ہوگئیں تو کیا اس کائنات کی چیزیں پہلے سے موجود نہیں تھیں جو خود بخود وجود میں آگئیں، اس کے علاوہ جو چیز موجود ہے وہ خود بخود وجود میں آجائیں اس کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں، پس معلوم ہوا کہ ان تمام چیزوں کا خالق اور ان کو نظم دینے والا علیم وبصیر وخبیر اللہ تعالیٰ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو وجود بخشا ہے، اور اس مضبوط اور مستحکم نظام کی بنیاد ڈالی ہے، لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کرے، اس کی عبادت و بندگی کرے تاکہ تقویٰ، پاکیزگی اور کمال کی معراج حاصل کرے:

"اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔ [2]

۔۔۔تم لوگ اس پروردگار کی عبادت کروجس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور تم سے پہلے والوں کو بھی خلق کیا ہے۔ شاید کہ تم اسی طرح متقی اور پرہیزگار بن جاؤ۔

مفضل بن عمر کوفی کہتے ہیں: مجھ سے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وجود خدا کی سب سے پہلی دلیل اس دنیا کا نظم وترتیب ہے کہ تمام چیزیں بغیر کسی کمی ونقصان کے اپنی جگہ پر موجود ہیں اور اپنا کام انجام دے رہی ہیں۔

مخلوقات کے لئے زمین کا فرش بچھایا گیا، آسمان پر زمین کے لئے روشنی دینے والے سورج چاند اور ستارے لٹکائے

---

[1] سورۂ بقرہ، آیت 21-22

[2] سورۂ بقرہ، آیت 21

گئے، پہاڑوں کے اندر گرانبھا جواھرات قرار دیئے گئے، ہر چیز میں ایک مصلحت رکھی گئی اور ان تمام چیزوں کو انسان کے اختیار میں دیدیا گیا، مختلف قسم کی گھاس، درخت اور حیوانات کو اس کے لئے خلق کیا تا کہ آرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔

اس دنیا کے نظم وترتیب کو دیکھو کہ جہاں ہر چیز ذرہ برابر کمی ونقصان کے بغیر اپنی مخصوص جگہ پر ہے جواس بات کی بہترین دلیل ہے کہ یہ دنیا حکمت کے تحت پیدا کی گئی ہے، اس کے علاوہ تمام چیزوں کے درمیان ایک رابطہ پایا جاتا ہے اور سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں جوخود اس بات کی بہترین دلیل ہے کہ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے، ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے نے ان تمام چیزوں کے درمیان الفت پیدا کی ہے اور ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرا کا محتاج قرار دیا ہے!

مفضل کہتے ہیں: معرفت خدا کی گفتگو کے تیسرے دن جب امام ششم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو امامؑ نے فرمایا: آج چاند، سورج اور ستاروں کے بارے میں گفتگو ہوگی:

اے مفضل! آسمان کا رنگ نیلا دکھائی دیتا ہے اور جہاں تک انسان آسمان کو دیکھتا چلا جاتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی، کیونکہ نیلا رنگ نہ صرف یہ کہ آنکھ کے لئے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ آنکھ کی طاقت کے لئے مفید بھی ہے۔

اگر سورج نہ نکلتا اور دن نہ ہوتا تو پھر دنیا کے تمام امور میں خلل واقع ہوجاتا، لوگ اپنے کاموں کو نہ کر پاتے، بغیر نور کے ان کی زندگی کا کوئی مزہ نہ ہوتا، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے۔

اگر سورج غروب نہ ہوتا اور رات کا وجود نہ ہوتا تو لوگوں کو سکون حاصل نہ ہوتا اور ان کی تھکاوٹ دور نہ ہوتی، حاضمہ نظام غذا کو ہضم نہ کر پاتا اور اس غذائی طاقت کو دوسرے اعضاء تک نہ پہنچا تا۔

اگر ہمیشہ دن ہوا کرتا تو انسان لالچ کی وجہ سے ہمیشہ کام میں لگا رہتا جس سے انسان کا بدن رفتہ رفتہ جواب دیدیتا، کیونکہ بہت سے لوگ مال دنیا جمع کرنے میں اس قدر لالچی ہیں کہ اگر رات کا اندھیرے ان کے کاموں میں مانع نہ ہوتا تو اس قدر کام کرتے کہ اپاہج ہوجاتے!

اگر رات نہ ہوا کرتی تو سورج کی گرمی سے زمین میں اس قدر گرمی پیدا ہوجاتی کہ روئے زمین پر کوئی حیوان اور درخت باقی نہ رھتا۔

اسی وجہ سے خداوند عالم نے سورج کو ایک چراغ کی طرح قرار دیا کہ ضرورت کے وقت اس کو جلایا جاتا ہے تا کہ اہل خانہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائیں، اور پھر اس کو خاموش کردیتے ہیں تا کہ آرام کرلیں! پس نور اور اندھیرا جو ایک دوسرے کی ضد ہیں دونوں ہی اس دنیا کے نظام اور انسانوں کے لئے خلق کئے گئے ہیں۔

اے مفضل! غور تو کرو کہ کس طرح سورج کے طلوع وغروب سے چار فصلیں وجود میں آتی ہیں تا کہ حیوانات اور درخت رشد ونمو کرسکیں اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

اسی طرح دن رات کی مدت کے بارے میں غور فکر کرو کہ کس طرح انسان کی مصلحت کا لحاظ رکھا گیا ہے اکثر آباد زمین پر دن 15 گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوتا اگر دن سو یا دو سو گھنٹے کا ہوتا تو کوئی بھی جاندار زمین پر باقی نہ بچتا۔

کیونکہ اس قدر طولانی دن میں دوڑ دھوپ کرتے ہوتے ہلاک ہوجاتے، درخت وغیرہ سورج کی گرمی سے خشک ہوجاتے!

اسی طرح اگر سو یا دو سو گھنٹے کی رات ہوا کرتی، تمام جاندار روزی حاصل نہیں کر سکتے تھے اور بھوک سے ہلاک ہوجاتے، درختوں اور سبزیوں کی حرارت کم ہوجاتی، جس کے نتیجہ میں ان کا خاتمہ ہوجاتا، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سی گھاس اگر ایسی جگہ اُگ آئیں جہاں پر سورج کی روشنی نہ پڑے ہوتو وہ برباد ہوجایا کرتی ہیں۔

سردیوں کے موسم میں درختوں اور نباتات کے اندر کی حرارت اور گرمی مخفی ہوجاتی ہے تاکہ ان میں پھلوں کا مادہ پیدا ہو، سردی کی وجہ سے بادل اٹھتے ہیں، بارش ہوتی ہے، جس سے حیوانوں کے بدن مضبوط ہوتے ہیں، فصل بہار میں درخت اور نباتات میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ ظاہر ہوتے ہیں، کلیاں کھلنے لگتی ہیں، حیوانات بچے پیدا کرنے کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں، گرمی کے موسم میں گرمی کی وجہ سے بہت سے پھل پکنے لگتے ہیں، حیوانات کے جسم میں بڑھی ہوئی رطوبت جذب ہوتی ہے، اور روئے زمین کی رطوبت کم ہوتی تاکہ انسان عمارت کا کام اور دیگر کاموں کو آسانی سے انجام دے سکے، فصل پائیز میں ہوا صاف ہوتی ہے تاکہ انسان کے جسم کی بیماریاں دور ہوجائیں اور بدن صحیح وسالم ہوجائے، اگر کوئی شخص ان چار فصلوں کے فوائد بیان کرنا چاہے تو گفتگو طولانی ہوجائے گی!

سورج کی روشنی کی کیفیت پر غور وفکر کرو کہ جس کو خداوند عالم نے اس طرح قرار دیا ہے کہ پوری زمین اس کی روشنی سے فیضیاب ہوتی ہے، اگر سورج کے لئے طلوع وغروب نہ ہوتا تو نور کی بہت سی جھتوں سے استفادہ نہ ہوتا، پہاڑ، دیوار اور چھت نور کی تابش میں مانع ہوجاتے، چونکہ خداوند عالم نور خورشید سے تمام زمین کو فیضیاب کرنا چاہتا ہے لہٰذا سورج کی روشنی کو اس طرح مرتب کیا ہے کہ اگر صبح کے وقت کہیں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی تو دن کے دوسرے حصہ میں وہاں سورج کی روشنی پہنچ جاتی ہے، یا اگر کسی جگہ شام کے وقت روشنی نہ پہنچ سکے تو صبح کے وقت روشنی سے فیضیاب ہوسکے، پس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جو سورج کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھائے، واقعاً یہ خوش نصیبی ہے کہ خداوند عالم نے سورج کی روشنی کو زمین رہنے والے تمام موجودات چاہے وہ جمادات ہوں یا نباتات یا دوسری جاندار چیزیں سب کے لئے پیدا کی اور کسی کو بھی اس سے محروم نہ رکھا۔

اگر ایک سال تک سورج کی روشنی زمین پر نہ پڑتی تو زمین پر رہنے والوں کا کیا حال ہوتا؟ کیا کوئی زندہ رہ سکتا تھا؟

رات کا اندھیرا بھی انسان کے لئے مفید ہے جو اس کو آرام کرنے پر مجبور کرتا ہے، لیکن چونکہ رات میں بھی کبھی روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، بہت سے لوگ وقت نہ ہونے یا گرمی کی وجہ سے رات میں کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں یا بعض مسافر رات کو

سفر کرتے ہیں ان کو روشنی کی ضرورت ہوتی ہے، تو اس ضرورت کے تحت خداوند عالم نے چانداور ستاروں کوخلق فرمایا ہے تا کہ وہ اپنی نورافشانی سے خدا کی مخلوق کے لئے آسائش کا سامان فراہم کریں اوراپنی منظم حرکت کے ذریعہ مسافروں کوراستہ کی طرف راہنمائی کریں اورکشتی میں سوار مسافرین کوراستہ بھٹکنے سے روکے رہیں۔

ستاروں کی دوقسم ہوتی ہیں، ایک ثابت ستارے جوایک جگہ اپنے معین فاصلہ پر رہتے ہیں، اور دوسرے ستارے گھومتے رہتے ہیں ایک برج سے دوسرے برج کی طرف جاتے ہیں، یہ ستارے اپنے راستہ سے ذرہ برابر بھی منحرف نہیں ہوتے، ان کی حرکت کی بھی دوقسمیں ہیں: ایک عمودی حرکت ہوتی ہے جودن رات میں مشرق سے مغرب کی طرف انجام پاتی ہے، اور دوسری اس کی اپنی مخصوص حرکت ہوتی ہے، اوروہ مغرب سے مشرق کی طرف ہوتی ہے، جیسے اگرایک چیونٹی چکّی کے پاٹ پر بیٹھ کر بائیں جانب حرکت کرے درحالیکہ چکّی داہنی جانب چلتی ہے، لہٰذا چیونٹی کی دوحرکت ہوتی ہیں ایک اپنے ارادہ سے اور دوسری چکّی کی وجہ سے، کیا یہ ستارے جن میں بعض اپنی جگہ قائم ہیں اور بعض منظم طور پر حرکت کرتے ہیں کیا ان کی تدبیر خداوند حکیم کے علاوہ ممکن ہے؟ اگر کسی صاحب حکمت کی تدبیر نہ ہوتی تو یا سب ساکن ہوتے یا سب متحرک، اوراگر متحرک بھی ہوتے تو اتنا صحیح نظم وضبط کہاں پیدا ہوتا؟

ستاروں کی رفتارانسانوں کے تصور سے کہیں زیادہ ہے، اوران کی روشنی اس قدر شدید ہے کہ اس کو دیکھنے کی تاب کسی بھی آنکھ میں نہیں ہے، خداوند عالم نے ہمارے اوران کے درمیان اس قدر فاصلہ قرار دیا ہے کہ ہمان کی حرکت کو درک نہیں کرسکتے، اور نہ ہی ان کی روشنی ہماری آنکھوں کے لئے نقصان دہ ہے، اگر اپنی مکمل رفتار کے ساتھ ہم سے نزدیک ہوتے، تو ان کے نور کی شدت کی وجہ سے ہماری آنکھیں نابینا ہوجاتیں، اسی طرح جب پے درپے بجلی کڑکتی وچمکتی ہے آنکھ کے لئے نقصان دہ ثابت ہوسکتی ہے، جس طرح سے اگر کچھ لوگ ایک کمرہ میں موجود ہوں اور وہاں پر تیز روشنی والے بلب روشن ہوں اوراچانک خاموش کردیئے جائیں تو آنکھیں پریشان ہوجاتی ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

اے مفضل! اگر رہٹ کے ذریعہ کسی کنویں سے پانی نکال کرکسی باغ کی سینچائی کی جائے، عمارت، کنویں اور پانی نکالنے کے وسائل اس قدر منظم اور قاعدہ کے تحت ہوں کہ باغ کی صحیح سنچائی ہوسکے، اگر کسی ایسی رہٹ کو دیکھے تو کیا انسان کہہ سکتا ہے کہ یہ خود بخود بن گئی ہے، اور کسی نے اس کو نہیں بنایا ہے اور کسی نے منظم نہیں کیا ہے، یہ بات واضح ہے کہ عقل سلیم اس کے دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ کرتی ہے کہ ایک ماھراور ہوشیار شخص نے اس رہٹ کواس انداز سے بنایا ہے، اور جب انسان پانی نکالنے والی ایک چھوٹی سی چیز کو دیکھنے کے بعد اس کے بنانے والے کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان تمام گھومنے والے اور ایک جگہ باقی رہنے والے ستاروں، شب وروز، سال کی چار فصلوں کوحساب شدہ دیکھے جبکہ ان میں ذرا بھی انحراف اور بےنظمی نہیں پائی جاتی تو کیا انسان اس قدر عظیم اور عجیب وغریب چیزوں کو دیکھ کران کے پیدا کرنے والے

کونہیں پہچان سکتا ؟[1]

ایک شخص حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے: مجھے علم کے عجائبات سکھا دیجئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا تجھے اصل علم کے بارے میں کچھ خبر ہے جو عجائب کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے؟ تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! اصل علم کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: معرفت خدا، اور حق معرفت، اس نے کہا: حق معرفت کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: خدا کی مثل و مانند اور شبیہ نہ ماننا، اور خدا کو واحد، احد، ظاہر، باطن، اول وآخر ماننا اور یہ کہ اس کا کوئی کفو ونظیر نہیں ہے، اور یہی معرفت کا حق ہے۔[2]

پورے قرآن کریم میں اس مسلم اور ہمیشگی حقیقت پر توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ حقیقت اصل جھان اور اس دنیا کو پیدا کرنے والے اور اس کو باقی رکھنے والی کی ہے، انسان کے حواس کو ظاہری آنکھوں سے درک نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا غیب کہا جاتا ہے، اور یہ تمام موجوات فنا ہونے والی ہیں لیکن اس کی ذات باقی ہے، نیز یہ کہ تمام موجوات کے لئے آغاز وانجام ہوتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی آغاز اور انجام نہیں ہے، وہی اول ہے اور وہی آخر۔

قرآن کریم کے تمام سوروں اور اس کی آیات میں اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ کہا گیا ہے، اور ہر سورے میں متعدد بار تکرار ہوا ہے، اور تمام واقعیات اور تمام مخلوقات اسی واحد قہار کے اسم گرامی سے منسوب ہیں۔

ہم جس مقدار میں خدا کی مخلوقات اور متعدد عالم کو ایک جگہ ضمیمہ کر کے مطالعہ کریں تو ہم دیکھیں گے:

یہ تمام مجموعہ ایک چھوٹے عالم کی طرح ایک نظام کی پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ اگر تمام وسیع وعریض عالم کو جمع کریں اور انسانی علم وسائنس کے جدید وسائل جیسے ٹیلی اسکوپ "Telescop" وغیرہ کے ذریعہ کشف ہونے والی چیزوں کو ملاحظہ کریں تو جو نظام اور قوانین ایک چھوٹے نظام میں دیکھے جاتے ہیں ان ہی کو مشاہدہ کریں گے، اور اگر عالموں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے تجزیہ وتحلیل کریں یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے مولکل "Molecule" (یعنی کسی چیز کا سب سے چھوٹا جز) کو بھی دیکھیں گے تو ملاحظہ فرمائیں گے کہ اس کا نظام اس عظیم جھان سے کچھ بھی کم نہیں ہے، حالانکہ یہ تمام موجودات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

---

[1] توحید مفضل: 39؛ بحار الانوار، ج3، ص57، باب4، حدیث 1-8

[2] جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال: یا رسول الله! علمنی من غرائب العلم. قال: ما صنعت فی راس العلم حتی تسال عن غرائبه. قال الرجل: ما راس العم یا رسول الله؟ قال: معرفة الله حق معرفته. قال الاعرابی: وما معرفة الله حق معرفته؟ قال: تعرفه بلا مثل و لا شبه ولاند، وانه واحد أحد ظاهر باطن اول آخر لا کفو له ولا نظیر. فذلك حق معرفته.
توحید صدوق: ۲۸۴، حدیث ۵؛ بحار الانوار ج ۳، ص ۲۶۹، باب ۱۰، حدیث ۴.

المختصر یہ کہ تمام عالموں کا مجموعہ ایک موجود ہے، اور اس پر ایک ہی نظام کی حکومت ہے، نیز اس عالم کے تمام اجزاء و ذرات اپنے اختلاف کے باوجود ایک ہی نظام کے مسخر ہیں۔

"وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ ..."۔ [1]

اس دن سارے چہرے خدائے حی و قیوم کے سامنے جھکے ہوں گے۔

اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کی تدبیر کرنے والا خداوند عالم ہے۔

"وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ"۔ [2]

اور تمہارا خدا بس ایک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے وہی رحمن بھی ہے اور وہی رحیم بھی۔

فرشتے

قرآن مجید کی تقریباً 90 آیات میں فرشتوں کا ذکر ہوا ہے۔

قرآن کریم نے فرشتوں کے دشمن کو کافر شمار کیا ہے، اور ملائکہ کا انکار کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔

"مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ"۔ [3]

اور جو بھی اللہ، ملائکہ، مرسلین، جبرئیل و مکائیل کا دشمن ہوگا، اسے معلوم رہے کہ خدا بھی تمام کافروں کا دشمن ہے۔

"... وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا"۔ [4]

...اور جو شخص اللہ، ملائکہ، آسمانی کتابوں، رسولوں اور روز قیامت کا انکار کرے گا وہ یقیناً گمراہی میں بہت دور نکل گیا ہے۔

نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں حضرت علی علیہ السلام فرشتوں کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں:

بعض سجدہ میں ہیں تو رکوع کی نوبت نہیں آتی ہے، بعض رکوع میں ہیں تو سر نہیں اٹھاتے، بعض صف باندھے ہوتے ہیں تو اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے، بعض مشغول تسبیح ہیں تو خستہ حال نہیں ہوتے، سب کے سب وہ ہیں کہ ان کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ عقلوں پر سھو و نسیان کا، نہ بدن میں سستی پیدا ہوتی ہے اور نہ دماغ میں نسیان کی غفلت۔

ان میں سے بعض کو وحی کا امین بنایا ہے اور رسولوں کی طرف قدرت کی زبان بنایا گیا ہے جو اس کے فیصلوں اور احکام کو برابر لاتے رہتے ہیں، اور کچھ بندوں کے محافظ اور جنت کے دروازوں کے دربان ہیں اور ان میں بعض وہ بھی ہیں جن کے قدم

---

[1] سورۂ طہ، آیت 111

[2] سورۂ بقرہ، آیت 163

[3] سورۂ بقرہ، آیت 98

[4] سورۂ نساء، آیت 136

زمین کے آخری طبقہ میں ثابت ہیں اور گردنیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں، ان کی اطراف بدن اقطار عالم سے وسیع تر ہیں اوران کے کاندہے پایہ ھای عرش اٹھانے کے قابل ہیں، ان کی نگاہیں عرش الٰہی کے سامنے جھکی ہوئی ہیں، اور وہ اس کے نیچے پروں کو سمیٹے ہوتے ہیں، ان کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان عزت کے حجاب اور قدرت کے پردے حائل ہیں، وہ اپنے پروردگار کے بارے میں شکل وصورت کا تصور بھی نہیں کرتے ہیں، نہ اس کے حق میں مخلوقات کے صفات جاری کرتے ہیں، وہ نہ اسے مکان میں محدود کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف اشباہ ونظائر سے اشارہ کرتے ہیں۔[1]

جی ہاں، فرشتے بھی عالم غیب کے مصادیق ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید اور روایات میں بیان ہوا ہے، انسانی زندگی سے رابطہ کے پیش نظر خصوصاً نامہ اعمال لکھنے، انسان کے اچھے برے اعمال یا ان کی گفتگو اور زحمتوں کے لکھنے کے لئے معین ہیں، یہی فرشتے ان کی روح قبض کرنے اور اہل جہنم پر عذاب دینے پر بھی مامور ہیں، ملائکہ پر ایمان رکھنے سے انسان کی زندگی پر مثبت آثار پیدا ہوتے ہیں، اور خداوند عالم کی اس نورانی مخلوق پر اعتقاد رکھنا معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

برزخ

موت کے بعد سے روز قیامت تک کی مدت کو قرآنی اصلاح میں برزخ کہا جاتا ہے۔

اس دنیا سے رخصت ہونے والے افراد پہلے برزخ میں وارد ہوتے ہیں، اپنے عقائد واعمال اور اخلاق کی بنا پر ان کی ایک زندگی ہوتی ہے، یہ ایک ایسی زندگی ہے جو نہ دنیا کی طرح ہے اور نہ آخرت کی طرح ہے۔

"حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ"۔[2]

یہاں تک کہ جب ان میں کسی کی موت آ گئی تو کہنے لگا کہ پروردگار مجھے پلٹا دے۔ شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔ ھرگزنہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔

لیکن چونکہ قانون خلقت نہ نیک افراد کو اور نہ برے لوگوں کو دنیا میں واپس پلٹنے کی اجازت دیتا، لہٰذا ان کو اس طرح جواب دیا جائے گا: نہیں نہیں، ھرگز پلٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، اور یہی جواب انسان کی زبان بھی جاری ہوگا، لیکن یہ جملہ بے اختیار اور یونہی اس کی زبان پر جاری ہوگا، یہ وہی جملہ ہوگا کہ جب کوئی بدکار انسان یا کوئی قاتل اپنے کئے کی سزا کو دیکھتا ہے تو اس کی زبان پر بھی یہی جملہ ہوتا ہے، لیکن جب سزا ختم ہوجاتی ہے یا بلاء دور ہوجاتی ہے تو وہ انسان پھر وہی پرانے کام شروع

[1] نہج البلاغہ، ترجمہ علامہ جوادی علیہ الرحمہ، ص31

[2] سورۂ مومنون، آیت 99-100

کردیتا ہے۔

آیت کے آخر میں ایک چھوٹا سا لیکن پُرمعنی اور اسرار آمیز جملہ برزخ کے بارے میں بیان ہوا ہے: اس کے بعد روز قیامت تک کے لئے برزخ موجود ہے۔

دراصل دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز کو برزخ کہتے ہیں، اس کے بعد سے دو چیزوں کے درمیان قرار پانے والی چیز کو برزخ کہا جانے لگا، اسی وجہ سے دنیا وآخرت کے درمیان قرار پانے والے عالم کو عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

عالم قبر یا عالم ارواح کے سلسلہ میں منقولہ دلائل موجود ہیں، قرآن مجید کی بہت سی آیات برزخ پر دلالت کرتی ہیں جن میں سے بعض بطور اشارہ اور بعض صراحت کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔

آیہ کریمہ "وَمِنْ وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ"، عالم برزخ کے بارے میں واضح ہے۔

جن آیات میں وضاحت کے ساتھ عالم برزخ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے وہ شہداء کے سلسلہ میں نازل ہوئیں ہیں، جیسے:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ"۔ [1]

اورخبردار راہ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں۔

نہ صرف یہ کہ شہداء کے لئے برزخ موجود ہے بلکہ کفار، فرعون جیسے ظالم وجابر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں برزخ موجود ہے، سورہ مومن کی آیت نمبر 26 میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

"اَلنَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ" [2]

وہ جہنم جس کے سامنے ہر صبح وشام پیش کئے جاتے ہیں اور جب قیامت برپا ہوگی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب کی منزل میں داخل کردو۔

شیعہ سنی مشہور کتابوں میں بہت سی روایات بیان ہوئی ہیں جن میں عالم برزخ، عالم قبر اور عالم ارواح کے بارے میں مختلف الفاظ وارد ہوتے ہیں، چنانچہ نہج البلاغہ میں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ صفین کی واپسی پر کوفہ کے اطراف میں ایک قبرستان سے گزرے تو قبروں کی طرف رخ کر کے فرمایا:

اے وحشت ناک گھروں کے رہنے والو! اے ویران مکانات کے باشندو! اور تاریک قبر کے بسنے والو! اے خاک نشینو! اے غربت، وحدت اور وحشت والو! تم ہم سے آگے چلے گئے ہو اور ہم تم سے ملحق ہونے والے ہیں، دیکھو تمہارے

---

[1] آل عمران، آیت 169

[2] سورہ غافر (مومن): ۴٦.

مکانات آباد ہو چکے ہیں تمہاری بیویوں کا دوسرا عقد ہو چکا ہے اور تمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں، یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے، اب تم بتاؤ کہ تمہارے یہاں کی خبر کیا ہے؟

اس کے بعد اصحاب کی طرف رخ کر کے فرمایا: اگر ان ہیں بولنے کی اجازت مل جاتی تو تمہیں صرف یہ پیغام دیتے کہ بہترین زادراہ؛ تقویٰ الٰہی ہے۔ [1]

حضرت امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے:

إِنَّ الْقَبْرَ إِمَّا رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النِّيرَانِ۔ [2]

قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

اَلْبَرْزَخُ الْقَبْرُ، وَهُوَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ...وَاللهِ مَا نَخَافُ عَلَيْكُم إِلَّا الْبَرْزَخَ۔ [3]

برزخ وہی قبر ہے کہ جہاں دنیا و آخرت کے درمیان عذاب یا ثواب دیا جائے گا، خدا کی قسم، ہم تمہارے بارے میں برزخ سے ڈرتے ہیں۔

راوی نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: برزخ کیا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا:

الْقَبْرُ مُنْذُ حِينِ مَوْتِهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ [4]

موت سے لے کر روز قیامت تک قبر میں رہنے کا نام ہی برزخ ہے۔

عظیم الشان کتاب کافی میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

فِي حُجُرَاتٍ فِي الْجَنَّةِ يَأْكُلُونَ مِنْ طَعَامِهَا، وَيَشْرَبُونَ مِنْ شَرَابِهَا، وَيَقُولُونَ: رَبَّنَا أَقِمْ لَنَا السَّاعَةَ،

---

[1] قالؑ: وقد رجع من صفين فاشرف على القوبظاهر الكوفة: يا اهل الديار الموحشة والمحال المقفرة والقوب المظلمة! يا اهل التوبة يا اهل الغربة! يا اهل الوحچة! يا اهل الوحشة! ايتم لنا فرط سابق، ونحن لكم تبع لاحق؛ اما الدور فقد سكنت: واما الازواج فقد نكحت؛ واما الاموال فقد قسمت؛ هذا خبر ما عندنا، فما خبر عندكم؟ ثم التفت الى اصحابه فقال: اما لو اذن لهم فى الكلام لاخبروكم: ان خير الزاد التقوىٰ.
نہج البلاغہ: ۵۸۷، حکمت ۱۳۰، بحارالانوار ج ۳۲، ص ۶۱۹، باب ۱۲، حدیث ۴۸۸۔

[2] نورالثقلین، ج ۲، ص ۵۳۳۔

[3] نورالثقلین، ج ۲، ص ۵۳۳؛ بحارالانوار ج ۶، ص ۲۱۸، باب ۸، حدیث ۱۲۔

[4] کافی ج ۳، ص ۲۴۳، باب ماینطق بہ موضع القبر، حدیث ۳؛ نورالثقلین، ج ۲، ص ۵۵۴۔

وَانْجِزْلَنا ما وَعَدْتَنا[1]۔

مرنے کے بعد مومنین کی ارواح جنت کے حجروں میں رہتی ہے، (وہ لوگ) جنتی غذا کھاتے ہیں، جنت کا پانی پیتے ہیں، اور کہتے ہیں: پالنے والے! جتنا جلدی ہو سکے روز قیامت برپا کردے اور ہم سے کئے ہوتے وعدہ کو وفا فرما۔

عالم برزخ پر عقیدہ کے سلسلہ میں قرآن مجید اور روایات میں بیان موجود ہے، جو معنوی زیبائیوں میں سے ہے، جس پر توجہ رکھنے سے نیک افراد اور بدکار لوگوں کی زندگی پر مفید آثار برآمد ہوتے ہیں اور جس سے انسان تقویٰ، پرہیزگاری اور ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

محشر

روز قیامت اور روز محشر ایک ایسی حقیقت ہے جس کے بارے میں تمام آسمانی کتابوں، انبیاء کرام اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے خبر دی ہے جہاں پر تمام لوگ اپنی نیکی یا بدی کی جزا یا سزا پائیں گے۔

روز قیامت پر اعتقاد رکھنا ایمان کا ایک حصہ ہے اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔

قرآن مجید میں ایک ہزار آیات سے زیادہ اور بہت سی احادیث میں قیامت سے متعلق تفصیلی بیان ہوا ہے:

"رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ"۔[2]

خدایا! تو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔

"فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۣ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ"۔[3]

اس وقت کیا ہوگا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہہ کی گنجائش نہیں ہے اور ھر نفس کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر (ذرہ برابر) ظلم نہیں کیا جائے گ۔

"وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ"۔[4]

اور تم اپنی موت سے مرو یا قتل ہو جاؤ سب اللہ ہی کی بارگاہ میں حاضر کئے جاؤ گے۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ"۔[5]

۔۔۔اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔

---

[1] کافی ج ۳،ص ۲۴۴، باب آخر فی ارواح المومنین، حدیث ۴؛ بحار الانوار، ج ۶، ص ۲۶۹، باب ۸، حدیث ۱۲۲۔
[2] سورۂ آل عمران، آیت ۹۔
[3] سورۂ آل عمران، آیت 25
[4] سورۂ آل عمران، آیت 158
[5] سورۂ مائدہ، آیت 96

"...لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ...". [1]

۔۔۔وہ تم سب کو قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔

"...وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ". [2]

۔۔۔اور مردوں کو تو خدا ہی اٹھائے گا اور پھر اس کی بارگاہ میں پلٹا دیئے جائیں گے۔

"...وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ". [3]

وہ یقینا تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور رسول بھی دیکھ رہا ہے اس کے بعد تم حاضر وغیب کے عالم خدا کی بارگاہ میں واپس کئے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کرے گ۔

"ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ". [4]

پھر اس کے بعد تم سب مرجانے والے ہو۔ پھر اس کے بعد تم روز قیامت دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔

"لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانَهُ". [5]

میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں۔اور برائیوں پر ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔کیا یہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کرسکیں گے۔یقینا ہم اس بات پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پور تک درست کرسکیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب جبرئیل حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے او رآنحضرت کو قبرستان بقیع میں لے گئے، آپ کو ایک قبر کے پاس بٹھایا اور اس قبر کے مردہ کو آواز دی کہ بہ اذن الٰہی اٹھ کھڑا ہو، وہ فوراً باہر آ گیا! ایک ایسا شخص جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے قبر سے باہر نکلا درحالیکہ اپنے منہ سے گردوخاک ہٹاتے ہوتے کہتا تھا: الحمد للہ واللہ اکبر، اس وقت جناب جبرئیل نے اس سے کہا: بہ اذن خدا واپس ہوجا، اس کے بعد پیغمبر اکرم کو ایک دوسری قبر کے پاس لے گئے اور اس سے کہا: حکم خدا سے اٹھ کھڑا ہو، چنانچہ ایک شخص نکلا جس کا چہرہ سیاہ تھا اور کہنے لگا: ھائے افسوس! ھائے ہلاکت وبیچارگی! چنانچہ جناب جبرئیل نے اس سے کہا: حکم خدا سے واپس ہوجا۔اس کے بعد جناب جبرئیل نے کہا:

---

[1] سورۂ انعام، آیت 12

[2] سورۂ انعام، آیت 36

[3] سورۂ توبہ آیت 94

[4] سورۂ مؤمنون آیت 15-16

[5] سورۂ قیامت آیت 1-4

اے محمد! تمام مردے اسی طرح سے روز قیامت محشور ہوں گے۔[1]

لقمان حکیم اپنے بیٹے کونصیحت کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اے میرے بیٹے! اگر تمہیں مرنے میں شک ہے تو سونا چھوڑ و لیکن نہیں چھوڑ سکتے، اگر روز قیامت قبر سے اٹھائے جانے میں شک رکھتے ہو تو بیدار رہنا چھوڑ دو لیکن نہیں چھوڑ سکتے، لہٰذا اگر سونے اور جاگنے میں غور وفکر کرو تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ تمہارا اختیار کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے، بے شک نیند موت کی طرح ہے اور بیداری اور جاگنا مرنے کے بعد قبر سے اٹھانے کی مانند ہے۔[2]

بہر حال پورے قرآن کریم میں قیامت اور اس کے صفات کے بارے میں بہت زیادہ تکرار، تاکید اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے، صرف بعض مقامات پر استدلال اور برہان بیان ہوا، برخلاف اثبات توحید کے کہ جہاں پر دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ خداوند عالم کی قدرت وحکمت کا بیان بھی ہوا ہے، کیونکہ جب انسان توحید خدا کو قبول کر لیتا ہے تو اس کے لئے معاد اور قیامت کا مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے قرآن مجید میں روز قیامت کی تشریح وتوصیف سے پہلے یا اس کے بعد خدا کی قدرت وتوانائی کے بارے میں بیان ہوا ہے، درحقیقت خداوند عالم کے وجود کے دلائل یقینی طور پر معاد کے دلائل بھی ہیں۔

جہاں پر روز قیامت اور مردوں کے زندہ ہونے پر واضح دلیل بیان ہوئی ہے، وہاں بھی یہی دلیل و برہان قائم کی گئی ہے؛ کیونکہ کوئی بھی یہ نہیں کہتا: قیامت کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ تاکہ گناہوں کے بارے میں فیصلہ ہو سکے، اور نیک افراد اور برے لوگوں کو جزا یا سزا دی جا سکے، اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا بلکہ انکار کرنے والوں کا اعتراض اور اشکال یہ ہوتا ہے کہ کس طرح یہ جسم خاک میں ملنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا؟ اسی وجہ سے خداوند عالم نے واضح طور پر یا دلائل توحید کے ضمن میں روز قیامت کے دلائل سے زیادہ منکرین کے لئے جواب دیئے ہیں تاکہ منکرین سمجھ لیں کہ جس قدرت خدا کے ذریعہ یہ کائنات خلق ہوئی ہے اسی قدرت کے پیش نظر قیامت کوئی مشکل کام نہیں ہے، وہی خالق جس نے شروع میں حیات اور وجود بخشا تو اس کے لئے دوبارہ زندہ کرنا اور دوبارہ حیات دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔[3]

قرآن مجید نے منکرین، مخالفین اور ملحدین کے اعتراض کو سورہ یٰس میں اس طرح بیان کیا ہے:

---

[1] 287۔ تفسیر قمی ج 2، ص 253، کیفیۃ نفخ الصور؛ بحار الانوار ج 7، ص 39، باب 3، حدیث 8

[2] عن ابی جعفر علیه السلام قال: كان فيما وعظ به لقمان عليه السلام ابنه أن قال: يا بني! ان تك فى شك من الموت فارفع عن نفسك النوم، ولن تستطيع ذلك، وان كنت فى شك من البعث فارفع عن نفسك الانتباه، ولن تستطيع ذلك. فانك اذا فكرت فى هذا علمت ان نفسك بيد غيرك، وانما النوم بمنزلة الموت، وانما اليقظة بعد النوم بمنزلة البعث بعد الموت۔

قصص راوندی ص ۱۹۰، حدیث ۲۳۹؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۴۲، باب ۳، حدیث ۱۳۔

[3] تفسیر نوین، ص: 19

"اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ"۔ [1]

تو کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے اور وہ یکبارگی ہمارا کھلا ہوا دشمن ہو گیا ہے۔ اور ہمارے لئے مثل بیان کرتا ہے اور اپنی خلقت کو بھول گیا ہے کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے۔ (اے رسول!) آپ کہہ دیجئے کہ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی زندہ بھی کرے گا اور وہ ہر مخلوق کا بہتر جاننے والا ہے۔

ان آیات میں پہلے انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ تو پہلے تو کچھ نہیں تھا اور ایک نطفہ سے زیادہ ارزش نہیں رکھتا تھا، لہٰذا انسان کو غور وفکر کی دعوت دی جاتی ہے کہ کیا انسان تو نے نہیں دیکھا، تو جہنہیں کی، غور وفکر نہیں کیا کہ ہم نے تجھے ایک نطفہ سے خلق کیا ہے اور اب اتنا طاقتور، صاحب قدرت اور باشعور ہو گیا کہ اپنے پروردگار سے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو گیا اور علی الاعلان اس سے بر سر پیکار ہے؟!

پہلے انسان کو مخاطب کیا گیا ہے، یعنی ہر انسان چاہے کسی مذہب کا ماننے والا ہو یا اس کا علم ودانش کسی بھی حد میں ہو اس حقیقت کو درک کر سکتا ہے۔

اس کے بعد نطفہ کے بارے میں گفتگو کی ہے، (لغت میں نطفہ کے معنی ناچیز اور بے ارزش پانی کے ہیں) تا کہ انسان مغرور نہ ہو جائے لہٰذا تھوڑا بہت اپنی ابتداء کے بارے میں بھی جان لے کہ وہ پہلے کیا تھا؟ اس کے علاوہ صرف یہی ایک ناچیز قطرہ اس کی رشد ونمو کے لئے کافی نہیں تھا بلکہ اس ایک قطرہ میں چھوٹے چھوٹے ہزاروں سلولز تھے جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جا سکتے اور یہ زندہ سلولز رحم مادر میں بہت چھوٹے سلولز سے باہم ملے اور انسان ان چھوٹے موجود سے وجود میں آیا ہے۔

اپنے رشد ونمو کی منزل کو یکے بعد دیگرے طے کیا، سورہ مومنون کی ابتدائی آیات نے ان چھ مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے: نطفہ، علقہ (مضغہ) ہڈیوں کا ظاہر ہونا، ہڈیوں پر گوشت پیدا ہونا اور آخر میں روح کی پیدائش اور حرکت۔

انسان پیدائش کے وقت ضعیف وناتواں بچہ تھا، اس کے بعد تکامل کے مرحلوں کو تیزی کے ساتھ طے کیا یہاں تک کہ عقلانی اور جسمانی بلوغ تک پہنچ گیا۔

یہ کمزور اور ناتواں بچہ اس قدر طاقتور ہوا کہ خدا کے مدمقابل کھڑا ہو گیا، اس نے اپنی عاقبت کو بالکل ہی بھلا دیا اور خصیم مبین کا واضح مصداق بن گیا۔

انسان کی جہالت کا اندازہ لگائیں کہ ہمارے لئے مثال بیان کرتا ہے اور اپنے زعم ناقص میں دانداں شکن دلیل حاصل کر لی ہے، حالانکہ اپنے پہلے وجود کو بھول گیا ہے اور کہتا ہے: ان بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والا کون ہے؟!

جی ہاں، وہ منکر معاند (دشمن) خصیم مبین (کھلا ہوا دشمن) بغض وکینہ رکھنے والا اور بھول جانے والا، جنگل بیابان سے

---

[1] سورۂ یس آیت 77-79

ایک بوسیدہ ہڈی کو پالیتا ہے جس ہڈی کے بارے میں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کس کی ہے؟ اپنی موت پر مرا ہے یا زمان جاھلیت کی جنگ میں دردناک طریقہ سے مارا گیا ہے یا بھوک کی وجہ سے مر گیا ہے؟ بہرحال ہڈی کو پا کر یہ سوچتا تھا کہ قیامت کے انکار پر ایک دندان شکن دلیل مل گئی ہے، غصہ اور خوشحالی کی حالت میں اس ہڈی کو اٹھا کر کہتا ہے: اسی دلیل کے سہارے میں محمد (صلى الله عليه وآله وسلم) سے ایسا مقابلہ کروں گا جس کا کوئی جواب نہ دیا جا سکے!

تیزی کے ساتھ چل کر آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم کے پاس آیا اور فریاد بلند کی: ذرا بتائیے تو سہی کہ اس بوسیدہ ہڈی کو کون دوبارہ لباس حیات پہنا سکتا ہے؟ اس کے بعد اس ہڈی کو مسلتے ہوتے زمین پر ڈال دیا، وہ سوچتا تھا کہ رسول خدا (صلى الله عليه وآله وسلم) کے پاس اس کو کوئی جواب نہیں بن پائے گا۔

قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید نے ایک چھوٹے سے جملہ ''نسی خلقہ'' کے ذریعہ پورا جواب دیدیا، اگرچہ اس کے بعد مزید وضاحت اور دلائل بھی بیان کئے ہیں۔

ارشاد ہوا: اگر تو نے اپنی پیدائش کو نہ بُھلایا ہوتا تو اس طرح کی بے بنیاد دلیل نہ دیتا؛ اے بھولنے والے انسان! ذرا مڑکر تو دیکھ اور اپنی پیدائش کے بارے میں غور وفکر کر کہ اول خلقت میں کس قدر ذلیل پانی تیرا وجود تھا، ہر روز ایک نئی زندگی کی شروعات تھی، تو ہمیشہ موت و معاد کی حالت میں ہے، لیکن اے بھولنے والے انسان! تو نے سب کچھ بالائے طاق رکھ دیا اور اپنی خلقت کو بھول گیا اور اب پوچھتا ہے کہ کون اس بوسیدہ ہڈی کو دوبارہ زندہ کرسکتا ہے؟ یہ ہڈی جب مکمل طور پر بوسیدہ ہوجائے گی تو خاک بن جائے گی، کیا تو روز اول خاک نہیں تھا؟! فوراً ہی پیغمبر کو حکم ہوتا ہے کہ اس مغرور اور بھولنے والے سے کہہ دو: وہی اس کو دوبارہ زندہ کرے گا جس نے روز اول اس کو پیدا کیا ہے۔ [1]

اگر آج یہ بوسیدہ ہڈی باقی رہ گئی ہے تو پہلے تو یہ ہڈی بھی نہیں تھی یہاں تک کہ مٹی اور خاک بھی نہیں تھی، جی ہاں جس نے اس انسان کو عدم کی وادی سے وجود عطا کیا تو اس کے لئے بوسیدہ ہڈی سے دوبارہ پیدا کرنا بہت آسان ہے۔

اگر تو یہ سوچتا ہے کہ یہ بوسیدہ ہڈیاں خاک ہوکر تمام جگھوں پر پھیل جائیں گی، تو ان ہڈیوں کو کون پہچان سکتا ہے اور کون ان کو مختلف جگہ سے جمع کرسکتا ہے؟ تو اس چیز کا جواب بھی واضح اور روشن ہے کہ وہ تمام مخلوقات سے آگاہ ہے اور اس کی تمام خصوصیات کو جانتا ہے:

''وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ''

اور وہ ہر مخلوق کا بہترین جاننے والا ہے۔

جس کے پاس اس طرح کا علم اور قدرت ہو تو اس کے لئے معاد اور مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

ایک مقناطیس کے ذریعہ مٹی کے نیچے بکھرے ہوتے لوہے کے ذرات کو جمع کیا جاسکتا ہے جبکہ

---

[1] سورۂ یس آیت 79۔ ''قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ''

یہ مقناطیس ایک بے جان چیز ہے، تو کیا خداوند عالم انسان کے بکھرے ہوتے ہر ذرہ کوایک اشارہ سے جمع نہیں کرسکتا؟
وہ نہ صرف انسان کی خلقت سے آگاہ ہے بلکہ انسان کی نیتوں اوراس کے اعمال سے بھی آگاہ ہے، انسان کا حساب و کتاب اس کے نزدیک واضح وروشن ہے۔

لہٰذا اس کے اعمال، اعتقادات اور نیتوں کا حساب کرنا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے:

"۔۔۔ وَإِنْ تُبْدُوا مَا فِيٓ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ۔۔۔"۔ [1]

۔۔۔تم اپنے دل کی باتوں کا اظہار کرو یا ان پر پردہ ڈالو، وہ سب کا محاسبہ کرلے گا۔۔۔۔

اسی وجہ سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا کہ فرعون (جو معاد کے بارے میں شک کرتا تھا اور صدیوں پرانے لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنے اوران کے حساب و کتاب سے تعجب کرتا تھا) سے کہہ دو:

"۔۔۔عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى"۔ [2]

۔۔۔ان باتوں کا علم میرے پروردگار کے پاس اس کا کتاب میں محفوظ ہے، وہ نہ بھکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ [3]

بہرحال روز قیامت، روز محشر اور حساب و کتاب کا مسئلہ غیب کے مصادیق میں سے ہے، جس پر قرآنی آیات اور روایات کی روشنی میں اعتقاد اور ایمان رکھنا معنوی اور روحانی زیبائیوں میں سے ہے، جس سے انسان رشد و کمال کے درجات اور صحیح تربیت حاصل کرلیتا ہے، جو انسانی زندگی میں بہت موثر اور ثمر بخش نتائج کا حامل ہے۔

حساب

روز قیامت میں تمام انسانوں کے عقائد، اخلاق اور اعمال کا حساب و کتاب ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم اور معارف الٰہی نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ نیک افراد صدق وصفا، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ میں اپنی پوری عمر بسر کریں اور دوسروں کو بھی فیض پہنچائیں، اوران کے مرنے کے بعد ان کے اعمال کی فائل بند ہوجائے اوران کا حساب و کتاب نہ کیا جائے، ان کی زندگی کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ نہ کیا جائے اوران کو کوئی جزا یا انعام نہ ملے۔

اسی طرح یہ بات بھی قابل قبول نہیں ہے کہ ناپاک کفار ومشرکین، ملحد اور اہل طاغوت، ظلم وستم، جہالت وغفلت، پستی و ناپاکی، خیانت وظلم اور غارت گری میں اپنی پوری عمر گزارنے والے، لوگوں پر ظلم وستم کریں ان کو اذیت پہنچائیں، بہت سے افراد کو ان کے حق سے محروم کردیں، ان کے مرنے کے بعد ان کے اعمال کی فائل بند کردی جائے، ان کا کوئی حساب و کتاب نہ کیا

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 284

[2] سورۂ طٰہٰ آیت 52

[3] تفسیر نمونہ ج18، ص456

جائے، ان کی زندگی کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ نہ کیا جائے اور ان کو کیفر کردار تک نہ پہنچایا جائے۔

خداوند عالم کے عدل، حکمت، رحمت اور غضب کا تقاضا ہے کہ ایک روز تمام انسانوں کو جمع کرے، ان کے عقائد اور اعمال کا حساب کرے، اور ہر شخص کو اس کے نامہ اعمال کے لحاظ سے جزا یا سزا دے۔

نیک اور صالح افراد کے حساب و کتاب کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَمِنْهُم مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ أُوْلَئِكَ لَهُم نَصِيبٌ مِمَّا كَسَبُوا وَاللهُ سَرِيعُ الحِسَابِ"۔ [1]

اور بعض کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہم کو عذاب سے محفوظ فرما۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور خدا بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

"ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ"۔ [2]

پھر سب اپنے مولائے برحق پروردگار کی طرف پلٹا دیئے جاتے ہیں۔۔۔ آگاہ ہو جاؤ کہ فیصلہ کا حق صرف اسی کو ہے اور وہ بہت جلدی حساب کرنے والا ہے۔

"فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهُ بِيَمِيْنِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا"۔ [3]

پھر جس کو نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کا حساب آسان ہوگ۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے حوالہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمْرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَشَبَابِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ كَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ حُبِّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ۔ [4]

روز قیامت انسان کے قدم نہیں بڑھیں گے مگر یہ کہ اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال کیا جائے: کس چیز میں اپنی عمر گزاری، جوانی کو کن چیزوں میں گزارا، مال و دولت کہاں سے حاصل کی اور کہاں خرچ کی، نیز محبت اہل بیت (علیہم السلام) کے بارے میں سوال کیا جائے گ۔

بے شک جن مومنین نے اپنی عمر اور جوانی کو عبادت و اطاعت میں صرف کیا ہوگا، اور قرآن کے حکم کے مطابق اپنی

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۲۰۱۔ ۲۰۲.

[2] سورۂ انعام آیت 62

[3] سورۂ انشقاق آیت 7۔8

[4] امالی صدوق: 39، مجلس 10، حدیث 9؛ بحار الانوار ج7، ص258، باب 11، حدیث 1

دولت کوخرچ کیا ہے، اورمحبت اہل بیت علیہم السلام میں اپنی عمر گزاری ہے،تو روز قیامت ایسے افراد کا حساب آسان ہوگا، اور حشر کے میدان میں ان کوکوئی پریشانی نہیں ہوگی ،اوران کا حساب وکتاب بہت جلد ہوجائے گا۔

ایک شخص امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے: اے فرزند رسول! میں آپ کی خدمت میں ایک حاجت رکھتا ہوں،تو امامؑ نے فرمایا: مجھ سے مکّہ میں ملنا، میں مکّہ میں حضرت سے ملا اوراپنی حاجت کے بارے میں کہا تو حضرت نے فرمایا: منیٰ میں مجھ سے ملنا، چنانچہ میں منیٰ میں حضرت سے ملا اوراپنی حاجت کے بارے میں کہا،تو امامؑ نے کہا: کھوکیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: میں ایک ایسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی اس سے مطلع نہیں ہے،اس گناہ کا بوجھ مجھے مارے ڈال رہا ہے، میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں تا کہ اس سے نجات مل جائے ،اوراس گناہ کے بوجھ سے سبکدوش ہوجاؤں،تو امامؑ نے فرمایا: جب خداوندعالم روز قیامت برپا کرے گا اوراپنے مومن بندوں کا حساب کرے گا تو ان کے تمام گناہوں سے آگاہ کرے گا، پھراپنی رحمت ومغفرت میں جگہ دے گا اوراپنے بندے کے بخشے گئے گناہوں سے کسی فرشتہ یارسول کوبھی باخبر نہیں کرے گا![1]

مومنین کے حساب کے سلسلے میں ایک بہت اہم روایت علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے اپنی گرانقدر کتاب بحار الانوار میں امالی شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی ہے، جو واقعاً تعجب خیز اور امیدوار کرنے والی ہے! روایت یوں ہے:

يوقَفُ الْعَبْدَ بَينَ يدَى اللهِ فَيقُولُ :قيسُوا بَينَ نِعَمِى عَلَيهِ وَ بَينَ عَمَلِهِ. فَتَسْتَغْرِقُ النِّعَمُ الْعَمَلَ، فَيقولونَ:قَدِ اسْتَغْرَقَ النِّعَمُ الْعَمَلَ. فَيقُولُ : هَبُوا لَهُ نِعَمِى، وَ قيسُوا بَينَ الْخَيرِ وَ الشَّرِّ مِنْهُ، فَاِنِ اسْتَوَى الْعَمَلانِ اَذْهَبَ اللهُ الشَّرَّ بِالْخَيرِ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ. وَاِنْ كانَ لَهُ فَضْلٌ اَعْطاهُ اللهُ بِفَضْلِهِ. وَاِنْ كانَ عَلَيهِ فَضْلٌ وَهُوَ مِنْ اَهلِ التَّقْوىٰ لَمْ يشْرِكْ بِاللهِ تَعالىٰ وَاتَّقَى الشِّرْكَ بِهِ فَهُوَ مِنْ اَهلِ الْمَغْفِرَةِ يغْفِر اللهُ لَهُ بِرَحْمَتِهِ اِنْ شاءَ وَ يتَفَضَّلُ عَلَيهِ بِعَفْوِهِ.[2]

بندہ کوخدا کی بارگاہ میں حاضر کیا جائے گا اور خدا فرمائے گا: میری نعمتوں اوراس کے اعمال کا موازنہ کرو، چنانچہ جب نعمتیں اس کے تمام اعمال کو چھپالیں گی تو فرشتے عرض کریں گے: پالنے والے! اس کے اعمال پر تیری نعمتیں غالب ہیں، خطاب

---

[1] عن ابی جعفر علیه السلام قال :قلت له: یاابن رسول الله ان لی حاجة. فقال:تلقانی بمکة ـ فلقت :یا ابن رسول الله!ان لی حاجة فقال تلقانی بمنی، فقلت :یا ابن رسول الله !ان لی حاجة ـ فقال:هات حاجتك ـ فقلت یاابن رسول الله !انی اذنبت ذنبا بینی وبین الله لم یطلع علیه احد فعظم علی وأجلك أن أستقبلك به ـ فقال:انه اذا كان یوم القیامة وحاسب الله عبده المؤمن أوقفه علی ذنوبه ذنبا ذنبا، ثم غفر ها له لا یطلع علی ذلك ملكا مقربا ولا نبیا مرسلا

الزہد:۹۱، باب ۱۷، حدیث ۲۴۸؛ بحارالانوار ج ۷، ص ۲۵۹، باب ۱۱، حدیث ۱۴۔

[2] امالی طوسی ص 212، مجلس 8، حدیث 369؛ بحارالانوار ج7، ص 262، باب 11، حدیث 14

ہوگا: میری نعمتوں کوبخش دو، اس کی نیکیوں اور برائیوں کے درمیان موازنہ نہ کرو، اگر اس کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوگئیں تو اس کی برائیوں کونیکیوں کے احترام میں بخش دو، اس کو بہشت میں وارد کردو، اور اگر اس کی نیکیاں زیادہ ہیں تو نیکیوں کی وجہ سے اس کو مزید عطا کردو، اور اگر اس کی برائیاں زیادہ ہیں لیکن اہل تقویٰ ہے اور خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا ہے، تو یہ شخص مغفرت کا سزاوار ہے، خداوند عالم اگر چاہے تو اپنی رحمت کے ذریعہ اس کے گناہوں کوبخش دے گا اور اپنے عفو وکرم سے اس پر فضل وکرم کرے گا!

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب بحار الانوار میں اصول کافی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: روز قیامت نعمتوں، نیکیوں اور برائیوں کے درمیان مقائسہ کیا جائے گا۔

نعمتوں اور نیکیوں کا آپس میں موازنہ کیا جائے گا، نعمتیں، نیکیوں سے زیادہ ہوں گی، برائیوں کی فائل کی شکست ہوگی، مومن انسان کوحساب کے لئے بلایا جائے گا، اس وقت قرآن کریم بہترین صورت میں اس مومن بندے کے پاس حاضر ہوکر یوں گویا ہوگا: پروردگارا! میں قرآن ہوں اور یہ تیرا مومن بندہ، اس نے میری تلاوت کے لئے زحمتیں اٹھائی ہیں، راتوں میری تلاوت میں مشغول رہا ہے، نماز شب میں اپنی آنکھوں سے آنسو بھائے ہیں، پالنے والے! اس سے راضی ہوجا، اس وقت خدائے عزیز وجبار بندہ مومن سے خطاب فرمائے گا: اپنا داہنا ہاتھ کھول، چنانچہ اس کے داہنے ہاتھ کو اپنی رضوان سے بھر دے گا اور بائیں ہاتھ کو اپنی رحمت سے بھر دے گا، اور پھر اپنے مومن بندہ سے خطاب فرمائے گا: یہ بہشت تیرے لئے مباح ہے، قرآن پڑھتا جا اور بلند وبالا درجات کی طرف بڑھتا جا، چنانچہ انسان جس مقدار میں قرآن کی آیتوں کی تلاوت کرتا رہے گا اسی مقدار میں جنت کے درجات پر فائز ہوتا جائے گا۔[1]

گناہگاروں، بدکاروں، ملحدوں اور بے دین لوگوں کے حساب اور ان کے نامہ اعمال کے پڑھے جانے کے سلسلہ میں قرآن مجید اور روایات میں پڑھتے ہیں:

"...وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللهِ فَاِنَّ اللهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ"۔[2]

۔۔۔اور جو بھی آیات الٰہی کا انکار کرے گا تو خدا بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

---

[1] عن یونس بن عمار، قال: قال ابو عبد الله علیه السلام: ان الدواوین یوم القیامة دیوان فیه النعم ودیوان فیه الحسنات، ودیوان فیه السیئات، فیقابل بین دیوان النعم ودیوان الحسنات، فتسغرق النعم دیوان الحسنات ویبقی دیوان السیئات، فیدعا ابن آدم المؤمن للحساب فیتقدم القرآن أمامه فی احسن صورة فیقول: یارب! أنا القرآن وهذا عبدك المؤمن قد کان یتعب نفسه بتلاوتی، و یطیل لیله بترتیلی، و تفیض عیناه اذا تهجد، فأرضه کما أرضانی، قال: فیقول العزیز الجبار: ابسط یمینك فیملؤها من رضوان الله العزیز الجبار، ویملأ شماله من رحمة الله. ثم یقال: هذه الجنة مباحة لك، فاقرأ واصعد. فاذا قرأ آیة صعد درجة

کافی ج ۲، ص ۲۰۲، کتاب فضل القرآن، حدیث ۱۲؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۶۷، باب ۱۱ حدیث ۳۴.

[2] سورۂ آل عمران آیت 19

"۔۔۔الْحُسْنٰی ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ"۔ [۱]

۔۔۔اور جو اس کی بات کو قبول نہیں کرتے ان ہیں زمین کے سارے خزانے بھی مل جائیں اور اسی قدر اور بھی مل جائے تو یہ بطور فدیہ دے دیں گے لیکن ان کے لئے بدترین حساب ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

"وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا"۔ [۲]

اور کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنھوں نے حکم خدا اور رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے ان کا شدید محاسبہ کرلیا اور ان ہیں بدترین عذاب میں مبتلا کردی۔

"اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَكَفَرَ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَهُمْ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ"۔ [۳]

مگر منہ پھیر لے اور کافر ہوجائے۔تو خدا اسے بہت بڑے عذاب میں مبتلا کرے گا۔پھر ہمارے ہی طرف ان سب کی بازگشت ہے۔اور ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام درج ذیل آیہ قرآن "۔۔۔اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا"۔ [۴] کے بارے میں فرماتے ہیں:

یُسْأَلُ السَّمْعَ عَمّا یَسْمَعُ، وَالْبَصَرَ عَمّا یَطْرِفُ، وَالْفُؤادَ عَمّا عَقَدَ عَلَیهِ۔ [۵]

روز قیامت خداوند عالم کانوں سے سنی ہوئی، آنکھوں سے دیکھی گئی اور دل میں پیدا ہونے والی چیزوں کے بارے میں سوال فرمائے گ۔

ایک شخص نے حضرت امام سجاد علیہ السلام سے عرض کیا: اگر کسی مومن کا کوئی حق کافر کے ذمہ باقی رہ گیا ہے تو روز قیامت کافر سے مومن کے نفع میں کیا چیز لی جائے گی، حالانکہ کافر اہل جہنم ہوگا؟ تو امامؑ نے فرمایا: کافر پر حق کے برابر مومن کے گناہوں کو کافر کی گردن پر ڈالدیا جائے گا اور کافر اپنے گناہوں اور اس حق کے گناہوں کے برابر عذاب میں گرفتار ہوگا! [۶]

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

ظلم وستم کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ ستم جس کو معاف نہیں کیا جائے، دوسرے وہ ستم جس کو چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرے

---

[۱] سورۂ رعد آیت 18

[۲] سورۂ طلاق آیت 8

[۳] سورۂ غاشیہ آیت 23-26

[۴] سورۂ اسراء آیت 36۔(ترجمہ آیت:۔۔۔سماعت، بصارت اور قوت قلب سب کے بارے میں سوال کیا جائے گا

[۵] تفسیر عیاشی ج2، ص292، حدیث 75؛ بحارالانوار ج7، ص267، باب 11، حدیث 30

[۶] کافی ج8، ص104، حدیث ابی بصیر مع المرأۃ، حدیث 79؛ بحارالانوار ج7، ص270، باب 11، حدیث 35

وہ ستم جو بخش دیا جائے گا اور اس کا مطالبہ نہیں ہوگا۔

لیکن وہ ستم جو معاف نہیں ہوگا وہ خدا کے ساتھ شرک کرنا ہے، جیسا کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔۔۔"۔ [1]

اللہ اس بات کو معاف نہیں کرسکتا کہ اس کا شریک قرار دیا جائے۔۔۔۔

وہ ستم جو بخش دیا جائے گا، وہ انسان کا اپنے نفس پر ظلم وستم ہوگا جو انسان نے گناہان صغیرہ کے ذریعہ انجام دیا ہوگا۔

لیکن وہ ستم جس کو چھوڑا نہیں جائے گا، وہ دوسروں پر کیا ہوا ظلم ہوگا، یہ ستم چاقو یا تازیانہ سے کیا ہوا ستم نہیں ھوگا بلکہ اس سے (بھی) کمتر اور چھوٹا ظلم ہوگا۔ [2]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

يوتىٰ يوْمَ الْقِيامَةِ بِصاحِبِ الدَّينِ يشْكُو الْوَحْشَةَ، فَإنْ كَانَتْ لَهُ حَسَناتُ اُخِذَ مِنْهُ لِصاحِبِ الدَّينِ، وَقالَ: وَإنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَناتٌ اُلْقِيَ عَلَيْهِ مِنْ سَيئاتِ صاحِبِ الدَّينِ۔ [3]

ایک مقروض کو روز قیامت حاضر کیا جائے گا جو خوف ووحشت کی شکایت کرتا ہوگا، تو اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو صاحب قرض کو اس کی نیکیاں دیدی جائیں گی، اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو صاحب قرض کی برائیاں اس کی گردن پر ڈال دی جائیں گی۔

حساب وکتاب اور روز قیامت بندوں کے اعمال کی کتاب کا دوبارہ مطالعہ بھی غیب کے مصادیق میں سے ہے، جس پر عقیدہ رکھنا قرآن وحدیث کی بنا پر ایمان کا جزء ہے اور معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

میزان

انسان کے اعمال کو پرکھنے کی میزان اور ترازو چاہے جس کیفیت کے ساتھ بھی ہو ایک اہم مسئلہ ہے، جس کا ذکر قرآن کریم اور اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں تفصیلی طور پر ہوا ہے، جو روز قیامت کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔

---

[1] سورۂ نساء آیت 48

[2] الا وان الظلم ثلاثة: فظلم لا يغفر، وطلم لا يترك، وظلم مغفور لا يطلب. فاما الظلم الذى لا يغفر: فالشرك بالله. قال الله سبحانه "إِنَّ اللهَ لاَيغْفِرُ أَنْ يشْرَكَ بِه". وأما الظلم الذى يغفر: فظلم العبد نفسه عند بعض الهنات. وأ ما الظلم الذى لا يترك: فظلم العباد بعضهم بعضا القصاص هناك شديد اليس هو جرحا بالمدى ولا ضربا بالسياط ولكنه ما يستصغر ذلك معه

نہج البلاغہ ص ۳۹۶، خطبہ ۱۷۵؛ غرر الحکم ص ۴۵۵، ذم الظلم، حدیث ۱۰۳۸۳؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۷۱، باب ۱۱، حدیث ۳۲.

[3] علل الشرایع ج 2، ص 528، باب 312، حدیث 6؛ بحار الانوار ج 7، ص 274، باب 11، حدیث 46

"وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ ۔۔۔"۔ [1]

آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شئے ہے۔۔۔۔

"وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۔۔"۔ [2]

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے۔

ہشام بن سالم کہتے ہیں: میں نے اس آیت کے بارے میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ روز قیامت میزان سے کیا مراد ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: اس سے مراد انبیاء اور اوصیاء انبیاء علیہم السلام ہے۔ [3]

جی ہاں، روز قیامت میں بندوں کے اعمال، عقائد اور اخلاق کو انبیاء اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ تولا جائے گا، اگر انسان کے عقائد، اعمال اور اخلاق انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کے عقائد و اعمال کے ساتھ ہمآہنگ ہوں گے تو ایسا شخص اہل نجات ہے، اور درحقیقت اس کا پلڑا بھاری ہوگا، اور اگر انسان کے اعمال انبیاء و ائمہ علیہم السلام سے ہمآہنگ نہ ہوں گے تو ایسا شخص نجات نہیں پا سکتا، چونکہ اس کا پلڑا ہلکا اور بے وزن ہوگا، قرآن مجید نے ان دونوں مسائل کے بارے میں یوں اشارہ کیا ہے:

"۔۔۔فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ"۔ [4]

۔۔۔پھر جن کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہوگا وہی نجات پانے والے ہیں۔ اور جن کا پلہ ہلکا ہوگیا یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنے نفس کو خسارہ میں رکھا کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کررہے تھے۔

"۔۔۔وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ"۔ [5]

اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔

"فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ"۔ [6]

تو اس دن جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ وہ پسندیدہ عیش میں ہوگا۔ اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا۔ اس کا مرکز ھاویہ ہے۔ اور تم کیا جانو کہ ھاویہ کیا مصیبت ہے۔ یہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت 8

[2] سورۂ انبیاء آیت 47

[3] معانی الاخبار ص 31، حدیث 1؛ بحار الانوار ج 7، ص 249، باب 10، حدیث 6

[4] سورۂ اعراف آیت 8-9

[5] سورۂ انبیاء آیت 47

[6] سورۂ قارعہ آیت 6-11

عقائدحقہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ خاص اہمیت سے برخوردار ہیں، عدل الٰہی کی میزان میں نا قابل تصور وزن رکھتے ہیں اور سخت مقامات پر باعث نجات ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے آباء و اجداد کے سلسلے میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حُبّی وَحُبُّ اَهل بَیتِی نافِعٌ فِی سَبْعَةِ مَواطِنَ اَهْوَالُهُنَّ عَظیمَةٌ، عِنْدَ الْوَفاةِ، وَفِی الْقَبْرِ، وَ عِنْدَ النُّشورِ، وَعِنْدَ الْکِتابِ، وَعِنْدَ الْحِسابِ، وَعِنْدَ الْمِیزانِ، وَعِنْدَ الصِّراطِ۔ [1]

ہماری اور ہمارے اہل بیت کی محبت سات خطرناک مقامات پر کام آئے گی، موت کے وقت، قبر میں، قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے وقت، نامہ اعمال کے وقت، حساب کے وقت، میزان پر، اور پُل صراط پر گزرتے وقت۔

قارئین کرام! ہم جانتے ہیں کہ محب کی محبت محبوب سے کسب آثار کے لئے بہت اہم چیز ہے، جو محبت انسان کے لئے سات مقامات پر کام آنے والی ہے، جو انسان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت کے اہل بیت علیہم السلام کی پیروی اور اطاعت کرنے کے لئے آمادہ کرے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ما یوضَعُ فی میزانِ امْرِیءٍ یوْمَ الْقِیامَةِ اَفْضَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ۔ [2]

روز قیامت انسان کی ترازو میں حسن خلق سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام مامون عباسی کے لئے ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

وَتُؤْمِنُ بِعَذابِ الْقَبْرِ، وَمُنْکَرٍ وَنَکِیرٍ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْمِیزانِ وَالصِّراطِ۔ [3]

عذاب قبر، منکر ونکیر اور مرنے کے بعد روز قیامت میں محشور ہونے، میزان اور پُل صراط پر ایمان رکھ۔

میزان کا مسئلہ بھی گزشتہ مسائل کی طرح غیب کے مصادیق میں سے ہے، اور قرآن کریم اور حدیث کی بنا پر اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، جس کے انسان کی زندگی میں بہت سے مفید آثار نمایاں ہوتے ہیں۔

بہشت و جہنم

بہشت متقین کے لئے ہمیشگی اور ابدی مقام ہے، اور جہنم اہل کفر ومعصیت کا ہمیشگی مقام ہے، جن کے بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات اور اسلامی تعلیمات خصوصاً احادیث اہل بیت علیہم السلام میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

---

[1] امالی صدوق: 10، مجلس 3، حدیث 3؛ خصال ج 2، ص 360، حدیث 49؛ بحار الانوار ج 7، ص 248، باب 10، حدیث 2

[2] کافی ج 2، ص 99، باب حسن الخلق، حدیث 2؛ بحار الانوار ج 7، ص 249، باب 10، حدیث 7

[3] عیون اخبار الرضا ج 2، ص 125، باب 35، حدیث 1؛ بحار الانوار ج 7، ص 249، باب 10، حدیث 5

ہمان دونوں کی وضاحت کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، کیونکہ اکثر مومنین مجالس اور دیگر طریقوں سے یا اسلامی کتابوں میں ان دونوں کے بارے میں سن چکے یا پڑھ چکے ہیں۔

جنت ودوزخ پر ایمان رکھنا دینی ضروریات میں سے ہے اوران دونوں پر ایمان نہ رکھنا کفر کے برابر ہے۔

بہشت اپنی تمام تر مادی ومعنوی نعمتوں کے ساتھ نیک اور صالح افراد کی جزا اور جہنم اپنے تمام ظاہری و باطنی عذاب کے ساتھ بدکاروں کے لئے جائے سزا ہے۔

بہشت وجہنم غیب کے مصادیق میں سے ہے، ان دونوں کے بارے میں بیان کرنا صرف اورصرف وحی الٰہی کی ذمہ داری ہے، انسان کا علم جس کے درک کرنے سے قاصر ہے، اسی وجہ سے انسان وحی الٰہی پر توجہ کئے بغیر ان دونوں کے بارے میں اپنا نظریہ بیان نہیں کرسکتا، اگر چہ علم ودانش کے لحاظ سے بلند مقام پر پہنچ چکا ہے۔

خداوندعالم ؛اہل صدق وصداقت اور نیک افراد کے بارے میں ارشادفرماتا ہے:

"قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ"۔ [1]

اللہ نے کہا کہ یہ قیامت کا دن ہے جب صادقین کوان کا سچ فائدہ پہنچائے گا توان کے لئے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ خدا ان سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے، اور یہی ایک عظیم کامیابی ہے۔

اسی طرح خداوندعالم گناہگاروں کے بارے میں ارشادفرماتا ہے:

"وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ"۔ [2]

اورجن لوگوں نے برائیاں کمائی ہیں ان کے لئے ہر بُرائی کے بدلے ویسی ہی بُرائی ہے اوران کے چہروں پر گناہوں کی سیاھی بھی ہوگی اوران ہیں عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے چہرے پر جیسے سیاہ رات کی تاریکی کا پردہ ڈال دیا گیا ہو۔ وہ اہل جہنم ہیں اوراسی میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: جس وقت روز قیامت برپا ہوگی، خداوندعالم ایک منادی کوحکم دے گا کہ اس کی بارگاہ میں یہ اعلان کرے: غریب اورنادارلوگ کہاں ہو؟ بہت سے لوگ جمع ہوجائیں گے، اس وقت خدا فرمائے گا: اے میرے بندو! تو وہ آواز دیں گے: لبیک یا اللہ، اس وقت خدا فرمائے گا: میں نے تم لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے غریب ونادار نہیں بنایا

[1] سورۂ مائدہ آیت 119

[2] سورۂ یونس آیت 27

تھا لیکن اس لئے کہ آج کے دن تمہیں نعمتوں سے مالا مال کردوں، جاؤ اور لوگوں کو تلاش کرو کہ جس نے بھی تمہارے ساتھ نیکی کی ہو، اس کی نیکی میری خوشنودی کے لئے تھی، لہٰذا اس کے عمل کی جزا یہ ہے کہ اس کو بہشت میں داخل کردو۔ [1]

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی مومن کسی دوسرے مومن کی ضرورت کے وقت حاجت پوری نہ کرے، اپنی طرف سے یا دوسرے کے ذریعہ اس کی مشکل کو آسان نہ کرے تو خداوند عالم روز قیامت اس کے چہرہ کو سیاہ کردے گا، اس کی آنکھیں اندھی ہوجائیں گی اور اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے، اور کہا جائے گا: یہ وہ خیانت کار ہے جس نے خدا و رسول کے ساتھ خیانت کی ہے، اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ اس کو آتش جہنم میں ڈال دو۔ [2]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یا علی! جو شخص مجھ سے محبت کا دعویٰ کرے درحالیکہ آپ سے دشمنی رکھتا ہو ایسا شخص جھوٹا ہے، یا علی! جس وقت قیامت برپا ہوگی ایک منادی عرش سے آواز دے گا، علی علیہ السلام کے عاشق اور ان کے شیعہ کہاں ہیں؟ علی کے محب اور دوستدار اور جس کو علی دوست رکھتے ہیں کہاں ہو؟ جن لوگوں نے رضائے الٰہی کے لئے دوستی کی ہے اور ایک دوسرے سے محبت کی ہے، جنھوں نے خدا کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ کرم و بخشش سے کام لیا ہے، وہ لوگ جنھوں نے اپنی ضرورت کے باوجود دوسروں کی حاجت کو پورا کیا ہے، جن لوگوں کی زبان گرمی کے روزہ کی وجہ سے خشک ہوئی ہے، جنھوں نے رات کے اندھیرے میں عبادتیں کی ہیں جبکہ دوسرے لوگ سوئے ہوتے تھے، جن لوگوں نے خوف خدا سے گریہ کیا ہے؟ آج تم لوگوں کے لئے کوئی خوف وہراس نہیں ہے، تم لوگ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہو، تمہاری آنکھیں منور ہوں، تم اپنی ازواج کے ساتھ خوش وخرم بہشت میں داخل ہوجاؤ۔ [3]

---

[1] عن ابی جعفر علیه السلام قال:اذا کان یوم القیامة امر الله تبارك و تعالی منادیا ینادی بین یدیه: این الفقراء ؟فیقوم عنق من الناس کثیر، فیقول: عبادی۔فیقولون :لبیك ربنا ۔فیقول:انی لم افقرکم لهوان بکم علی، ولکن انما اخترکم لمثل هذا الیوم تصفحوا وجوه الناس، فمن صنع الیکم معروفا لم یصنعه الا فی فکافوه عنی بالجنة
کافی ج ۲،ص ۲۶۳، باب فضل فقراء المسلمین، حدیث ۱۵؛ بحار الانوار ج ،ص ۲۰۰، باب ۸، حدیث ۷۸.

[2] عن ابی عبدالله علیه السلام قال:ایما مؤمن منع مؤمنا شیئا مما یحتاج الیه وهو یقدر علیه من عنده اومن عند غیره، اقامه الله القیامة مسودا وجهه، مزرقة عیناه، مغلولة یداه الی عنقه، فیقال:هذا الخائن الذین خان الله ورسوله ثم یؤمر به الی النار۔کافی ج2، ص367، باب من منع مؤمنا سیئا، حدیث 1؛ بحا الانوار ج7، ص201، باب8، حدیث 84
کافی ج ۲،ص ۳۶۷، باب من منع مومنا سیئا، حدیث ۱؛ بحار الانوار ج ۷،ص ۲۰۱، باب ۸، حدیث ۸۴.

[3] عن عبد الله بن الحسین عن أبیه عن جده عن أمیر المؤمنین علی ابن أبی طالب علیهم السلام قال:قال رسول الله(ص) : یا علی! کذب من زعم أنه یحبنی و یبغضك ۔یا علی!انه اذا کان یوم القیامة نادی مناد من بطنان العرش :أین محبو علی و شیعته؟أین محبوا علی و من یحبه؟أین المتحابون فی الله؟أین المتباذلون فی الله ؟أین المؤثرون علی انفسهم ؟أین الذین جفت ألسنتهم من العطش ؟أین الذین یصلون فی اللیل والناس أین الذین یبکون من خشیة الله؟لا خوف علیکم الیوم ولا؛انتم تحزنون أنتم رفقاء محمد صلی الله علیه وآله قروا عینا ادخلوا الجنة أنتم وازواجکم تحبرون
تفسیر فرات ص ۴۰۸، حدیث ۵۴۷؛ بحار الانوار ج ۷، ص ۲۱۱، باب ۸، حدیث ۱۰۹.

جنت ودوزخ کے بارے میں قرآن مجید کی سیکڑوں آیات اور بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں اورامام صادق علیہ السلام کے فرمان کے مطابق (بہشت وجہنم) اب بھی موجود ہیں اور یہ غیب کے مصادیق میں سے ہیں، جس پر ایمان وعقیدہ رکھنے سے صالح مومنین اور بدکاروں کی زندگی پر مثبت آثار ظاہر ہوتے ہیں، کیونکہ طالب بہشت اپنے کوعقائد حقہ، اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونے کی کوشش کرتا ہے اور جہنم سے ڈرنے والا دردناک عذاب کے باعث خودکو گناہوں سے محفوظ کرتا ہے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں خدا، فرشتوں، برزخ، قیامت، حساب وکتاب، میزان اور بہشت وجہنم کے بارے میں بیان کئے گئے مطالب آیہ "الَّذِينَ يُؤْمِنونَ بِالْغَيبِ"۔[1] کی تفسیر تھی۔

قرآن کریم اوراحادیث معصومین علیہم السلام پر غور وفکر کرتے ہوتے غیب پر ایمان رکھنا ہر مرد وزن کے لئے ممکن ہے، اوران چیزوں پر اعتقاد وایمان رکھنا شرعی اور عقلی طور پر واجب ہے، کیونکہ غیب پر ایمان رکھنا دین کے اصول اور ضروری دین میں سے ہے، ان عقائد کے بارے میں کسی انسان کو کسی کی تقلید کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ ہر انسان کے دل میں ان چیزوں پر ایمان ہونا ضروری ہے۔

غیب پر ایمان رکھنے سے انسان کو بلند مقامات عطا ہوتے ہیں، غیب پر ایمان رکھنے والا شخص محبوب خدا بن جاتا ہے، اس کے لئے دنیا وآخرت کی نجات کا دروازہ کھل جاتا ہے، اس کے لئے آج اور کل کی سعادت کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے، جس سے انسان کو خدا کی عبادت اور پیغمبر وائمہ علیہم السلام کی اطاعت کے لئے طاقت ملتی ہے۔

قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات میں غیب پر ایمان رکھنے کے بارے میں تاکید کی ہے اوراس کے بعد نماز و انفاق، آسمانی کتابوں اور قیامت کے دن پر ایمان کے بارے میں بیان کیا ہے جوغیب پر ایمان رکھنے کے آثار ہیں۔

قرآن اوراس سے قبل نازل ہونے والی کتابوں (جن کی تصدیق قرآن کریم نے فرمائی ہے) پر ایمان رکھنا قرآن کریم کی آیات اوراس کی تفسیر میں غور وفکر کے بعد ہی ممکن ہے۔

قرآن کریم کے ایک (چھوٹے سے) سورے جیسے سورہ توحید یا سورہ کوثر کا جواب اگر ممکن ہوتا تو دشمنان اسلام اپنی تمام تر ترقی کے باوجود جواب لے آئے ہوتے، لیکن قیامت تک کسی قوم وملت میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ قرآن کی مثل لے آئے:

"وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ"۔[2]

اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلالو اگر تم دعوے اور خیال میں سچے ہو۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 3۔، جولوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں

[2] سورہ بقرہ آیت ۲۳.

"قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا"۔ [1]

(اے رسول) آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب اس بات پر متفق ہوجائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لاسکتے، چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار و پشت و پناہ ہی کیوں نہ ہوجائیں۔

ان دونوں آیات کے پیش نظر قرآن کریم کے خداوند عالم کی طرف نازل ہونے میں ذرہ برابر بھی شک باقی نہیں رہتا، لہٰذا قرآن کریم جیسی عظیم الشان کتاب اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا، کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

اسی طرح قرآنی آیات اور دلائل میں غور وفکر کے ذریعہ آخرت پر ایمان حاصل کرنا بھی ایک آسان کام ہے۔

غیب، قرآن کریم، دیگر آسمانی کتب اور آخرت پر ایمان ویقین رکھنا معنوی زیبائیوں میں سے ہے۔

نماز

نماز وہ حقیقت ہے جس سے انسان کے ظاہر و باطن میں مادی اور معنوی طہارت و پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، جس سے انسان کا ظاہر وباطن مزین ہوجاتا ہے، اور نمازی کے لئے ایک خاص نورانیت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے بہت سی آیات میں نماز کی طرف دعوت دی ہے، اور اس کو ایک فریضہ الٰہی کے عنوان سے بیان کیا ہے، نہ صرف یہ کہ نماز کا حکم دیا ہے بلکہ واجبی حکم دیا گیا ہے۔

"وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"۔ [2]

اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو کہ جو کچھ اپنے واسطے پہلے بھیج دوگے سب خدا کے یہاں مل جائے گا۔ خدا تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں مشکلات کے دور ہونے، سختیوں کے آسان ہونے اور بہت سے نیک کاموں میں امداد ملنے کے لئے نماز اور صبر کی دعوت دی ہے:

"وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ"۔ [3]

صبر اور نماز کے ذریعہ مدد مانگو۔ نماز بہت مشکل کام ہے مگر ان لوگوں کے لئے جو خشوع وخضوع والے ہیں۔

البتہ یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ وہی نماز انسان کو طاقت و بلندی عطا کرتی ہے جس میں فقہی اور معنوی شرائط پائے

[1] سورۂ اسراء آیت 88
[2] سورۂ بقرہ آیت 110
[3] سورۂ بقرہ آیت 45

جاتے ہوں، جس نماز میں لباس اور مکان مباح ہو، وضو اور غسل کا پانی اور تیمم کی مٹی مباح ہو، جس نماز میں ترتیب اور طمانینہ (یعنی اطمینان) اور وقت کی رعایت کی گئی ہو، جس نماز میں سستی اور بے توجہی نہ پائی جاتی ہو، جس نماز میں نیت پاک ہو اور اس میں اخلاص پایا جاتا ہو، تو اس طرح کی نماز انسان کی مشکلات اور سختیوں میں مددگار ثابت ہوتی ہے، اور پھر انسان کے لئے تمام نیک کام کرنے کا راستہ ہموار ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں نماز کو ایمان کی نشانی قرار دیا ہے۔

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"۔ [1]

صاحبان ایمان درحقیقت وہ لوگ ہیں جن کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور اس کی آیات کی تلاوت کی جائے تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوجاتا ہے اور وہ لوگ اللہ ہی پر توکل کرتے ہیں۔ وہ لوگ نماز کو قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوتے رزق سے انفاق بھی کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے سستی، حالت غنودگی اور حضور قلب میں مانع ہونے والی ہر چیز کو حالت میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے، بلکہ ایسے وقت میں نماز کی ادائیگی چاہی ہے کہ جب خوشی ونشاط، صدق وصفا اور خلوص اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھی جاسکے اور تمام ظاہری وباطنی شرائط کا لحاظ کیا جائے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ..."۔ [2]

اے ایمان والو! خبردار نشہ کی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آجائے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔۔

قرآن مجید نے اپنے اہل وعیال کو نماز کی دعوت کو اخلاق انبیاء بتایا ہے، اور نمونہ کے طور پر حضرت اسماعیل کی دعوت کو بیان کیا ہے:

"وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا"۔ [3]

اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ نماز انسان کو فحشاء ومنکر سے روکتی ہے۔ جی ہاں، یہ بات تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے کہ

---

[1] سورۂ انفال آیت 2-3

[2] سورۂ نساء آیت 43

[3] سورۂ مریم آیت 55

واقعی نماز انسان کو برائیوں سے روک دیتی ہے، اور انسان کے دل و جان میں پاکیزگی بھر دیتی ہے، اعضاء و جوارح کو خدا کی اطاعت کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

"۔۔۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۔۔۔" [1]

۔۔۔اور نماز قائم کرو کہ نماز ہر بُرائی اور بدکاری سے روکنے والی ہے۔۔۔۔

قرآن کریم نے بے نمازی، بخیل، اہل باطل اور قیامت کی تکذیب کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے:

"قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ [2]

وہ کہیں گے ہم نماز گذار نہیں تھے۔ اور مسکین کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔ لوگوں کے بُرے کاموں میں شامل ہو جایا کرتے تھے۔ اور روز قیامت کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

قرآن مجید نے حقیقت نماز سے غافل اور ریاکاری کرنے والے نمازی کو دین کا جھٹلانے والا قرار دیا ہے:

"فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ"۔ [3]

تو تباہی ہے ان نمازیوں کے لئے۔ جو اپنی نمازوں سے غافل رہتے ہیں۔ دکھانے کے لئے عمل کرتے ہیں۔

نماز اور اس کے فقہی و معنوی شرائط کے سلسلہ میں بہت سی روایات بھی بیان ہوئی ہیں جن میں چند کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

حضرت امام باقر علیہ السلام ایک روایت کے ضمن میں کچھ چیزوں کی سفارش کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اپنی نماز کو بھی سبک نہ سمجھو کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری وقت میں فرمایا ہے:

لَيسَ مِنّي مَنِ اسْتَخَفَّ بِصَلاتِهِ لَا يرِدُّ عَلَى الْحَوْضِ لَا وَاللهِ، لَيسَ مِنّي مَنْ شَرِبَ مُسْكِراً اَلَا يرِدُّ عَلَى الْحَوْضَ لَا وَاللهِ۔ [4]

جو شخص نماز کو سبک سمجھے وہ مجھ سے نہیں ہے، خدا کی قسم حوض کوثر پر میرے پاس ایسا شخص نہیں پہنچ سکتا، اور ایسا شخص بھی مجھ سے نہیں ہے جو شراب پیئے، خدا کی قسم ایسا شخص (بھی) میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ سکت۔

---

[1] سورۂ عنکبوت آیت 45

[2] سورۂ مدثر آیت 43-46

[3] سورۂ ماعون آیت 4-6

[4] من لا یحضرہ الفقیہ ج1، ص206، باب فرض الصلاۃ، حدیث 617؛ علل الشرائع ج2، ص356، باب 70، حدیث 1؛ بحار الانوار ج80، ص9، باب 6، حدیث 3

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا: پالنے والے! ایسے وقت پر نماز پڑھنے والے کی کیا جزاء ہے؟ تو خطاب ہوا:

اُعْطِیهِ سُؤْلَهُ، وَاُبیحُهُ جَنَّتِی۔ [1]

میں اس کے سوالوں کو پورا، ااور اس کے لئے جنت مباح کردوں گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اَحَبُّ الْعِبادِ اِلَی اللهِ عَزَّ وَجَلَّ رجلٌ صَدوقٌ فی حَدِیثِهِ مُحافِظٌ عَلیٰ صَلَواتِهِ وَمَا افْتَرَضَ اللهُ عَلَیهِ مَعَ اَداءِ الْاَمانَةِ۔ [2]

خداوند عالم کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اپنی گفتگو میں صداقت سے کام لے، نماز و دیگر عبادتوں کی حفاظت کرے اور امانت ادا کرے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: کونسا عمل خداوند عالم کے نزدیک سب سے بہتر ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلاۃُ لِوَقْتِهَ۔ [3]

نماز کو اس کے وقت پر پڑھن۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُضَیعُوا صَلاتَکُمْ فَاِنَّ مَنْ ضَیعَ صَلَاتَهُ حُشِرَ مَعَ قَارُونَ وَهامانَ، وَکَانَ حَقّاً عَلَی اللهِ اَنْ یدْخِلَهُ النّارَ مَعَ الْمُنافِقِینَ، فَالْوَیلُ لِمَنْ لَمْ یحافِظْ عَلیٰ صَلَاتِهِ وَاَداءِ سُنَّةِ نَبِیهِ۔ [4]

اپنی نمازوں کو برباد نہ کرو، بے شک جس نے نماز کو ضایع کیا وہ قارون اور ھامان کے ساتھ محشور ہوگا، اور خداوند عالم اس کو منافقین کے ساتھ جہنم میں ڈال دے گا، پس وائے ہو نماز اور سنت پیغمبر کی حفاظت نہ کرنے والے شخص پر!

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

یعْرَفُ مَنْ یصِفُ الْحَقَّ بِثَلَاثِ خِصالٍ: ینْظَرُ اِلیٰ اَصْحابِهِ مَنْ هُمْ؟ وَاِلیٰ صَلَاتِهِ کَیفَ هِی وَفِی اَی

---

[1] امالی صدوق ص207، مجلس 37، حدیث 8؛ بحار الانوار ج80، ص9، باب 6، حدیث 6

[2] مشکاۃ الانوار، 53، الفصل الرابع عشر فی اداء الامانۃ؛ بحار الانوار ج80، ص11، باب 6، حدیث 10

[3] خصال ج1، ص163، حدیث 213؛ وسائل الشیعہ ج4، ص112، باب 1، حدیث 4651

[4] عیون اخبار الرضا ج2، ص31، باب 31، حدیث 46؛ بحار الانوار ج80، ص14، باب 6، حدیث 23

وَقْتٍ يصَلّيها، فَاِنْ كَانَ ذَا مالٍ نُظِرَ اَينَ يضَعُ مالَهُ؟ [۱]

جو شخص حق کی معرفت کا دعویٰ کرے وہ تین خصلتوں کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے، اس کو دیکھا جائے کہ اس کی دوستی کن لوگوں سے ہے، اور اس کی نماز کس طرح کی ہے اور کس وقت پڑھتا ہے، اور اگر مالدار ہے تو اپنی دولت کہاں خرچ کرتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو تین چیزوں کے ذریعہ پہچانو: نماز کے اوقات پر، کہ کس طرح اس کے معین وقت پر ادا کرتے ہیں، دوسرے رازداری میں کہ کس طرح ہمارے دشمنوں سے اسرار کو چھپاتے ہیں، تیسرے مال و دولت کے سلسلہ میں کہ اپنے دینی بھائیوں سے کس طرح مواسات کرتے ہیں۔ [۲]

انفاق

جو کچھ خداوند عالم مومنین کو عطا کرتا ہے وہ اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیتے ہیں۔

"...وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ"۔ [۳]

۔۔۔اور جو کچھ ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ بھی کرتے ہیں۔

اہل ایمان لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لئے اپنے مال و دولت، مقام، آبرو، عہدہ اور موقعیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور خلوص و محبت کے ساتھ خدا کی عطا کردہ نعمتوں کو کسی ریاکاری اور کسی احسان کے بغیر خرچ کرتے ہیں۔

اہل ایمان کی زکوٰۃ پر توجہ، نماز، روزہ اور حج کی طرح ہوتی ہے، اور مالی واجبات کو نماز کی ادائیگی کی طرح اہمیت دیتے ہیں۔

اہل ایمان زکوٰۃ، انفاق، صدقہ اور مومنین کے مدد کرنے میں ذرہ بھی بخل نہیں کرتے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں لوگوں کو انفاق کا حکم دیا ہے اور اس سلسلہ میں اس قدر اہمیت دی ہے کہ راہ خدا میں انفاق نہ کرنے کو خود اپنے ھاتھوں ہلاکت میں ڈالنے کے برابر مانا ہے۔

"وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"۔ [۴]

اور راہ خدا میں خرچ کرو اور اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ نیک برتاؤ کرو کہ خدا نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

---

[۱] محاسن ج1، ص254، باب30، حدیث281؛ بحارالانوار ج80، ص20، باب6، حدیث36؛ مستدرک الوسائل ج3، ص96، باب1، حدیث3106

[۲] عن جعفر بن محمد علیہم السلام قال: امتحنوا شیعتنا عن ثلاث: عن مواقیت الصلوات کیف محافظتھم علیھا، وعند اسرارھم کیف حفظھم لھا عن عدونا. والی اموالھم کیف مواساتھم لاخوانھم فیھا.
خصال ج۱، ص ۱۰۳، حدیث ۶۲؛ وسائل الشیعہ ج ۴، ص ۱۱۲، باب ۱، حدیث ۴۶۵۰.

[۳] سورۂ بقرہ آیت3

[۴] سورۂ بقرہ آیت195

قرآن مجید نے انفاق نہ کرنے کوانسان کی آخرت خراب ہونے کا باعث بتایا ہے، اوراس کو کفر وظلم کے برابر قرار دیا ہے، نیز یہ اعلان کرتا ہے کہ جن لوگوں نے انفاق میں بخل سے کام لیاوہ روز قیامت اپنا کوئی دوست یا شفیع نہیں پائیں گے۔

"يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" [1]

اے ایمان والو! جو تمہیں رزق دیا گیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش۔ اور کافرین ہی اصل میں ظالمین ہیں۔

قرآن مجید انفاق کوانسان کے لئے خیر سمجھتا ہے، اور بخل سے محفوظ رہنے کو فلاح وبھبودی کا باعث مانتا ہے۔

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ". [2]

لہٰذا جہاں تک ممکن ہو اللہ سے ڈرواوران کی بات سنواور اطاعت کرواور راہ خدا میں خرچ کرو کہ اس میں تمہارے لئے خیر ہے اور جو اپنے ہی نفس کے بخل سے محفوظ ہوجائے وہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

قرآن مجید راہ خدا میں انفاق کرنے کا اجز وثواب 700 برابر اوراس سے بھی زیادہ شمار کرتا ہے، چنانچہ انفاق کے مسئلہ کو ہماری آنکھوں دیکھی حقیقت سے مثال بیان کی ہے تاکہ اس خداپسند عمل کے سلسلہ میں لوگوں کا ایمان پختہ ہوجائے:

"مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ". [3]

جولوگ راہ خدا میں اپنے اموال کوخرچ کرتے ہیں ان کے عمل کی مثال اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیاں پیدا ہوں اور پھر ہر بالی میں سوسودانے ہوں اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے اضافہ بھی کردیتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور علیم و دانا بھی۔

شب وروز، ظاہر بظاہر اور مخفی طور پر انفاق کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس پر قرآن کریم نے بہت زور دیا ہے، اور یہ ایک خداپسند عمل ہے جس کا اجر بھی خداوندعالم عنایت فرماتا ہے، جس کی بدولت انسان کوموت اور قیامت کا خوف نہیں رہتا:

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 254

[2] سورہ تغابن آیت 16

[3] سورۂ بقرہ آیت 261

عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ"۔ [1]

جولوگ اپنے اموال کوراہ خدا میں رات میں۔دن میں خاموشی سے اورعلی الاعلان خرچ کرتے ہیں ان کے لئے پیش پروردگار اجر بھی ہے اوران ہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ حزن۔

قرآن مجید نے آیات الٰہی کی تلاوت کرنے،نماز قائم کرنے اورراہ خدا میں خرچ کرنے کوایسی تجارت قرار دیا ہے جس میں کسی طرح کا کوئی نقصان نہیں اورجس میں فائدہ ہی فائدہ ہے:

"اِنَّ الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ"۔ [2]

یقینا جولوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اورانھوں نے نماز قائم کی ہے اور جو کچھ ہم نے بطور رزق دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خفیہ اورعلانیہ خرچ کیا ہے یہ لوگ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں کسی طرح کی تباہی نہیں ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

تمہارے بدن کے تمام اعضاء وجوارح پر زکوٰۃ واجب ہے، بلکہ ہر بال اورعمر کے ہرلحہ پر زکوٰۃ واجب ہے۔

آنکھ کی زکوٰۃ اوراس کا انفاق یہ ہے کہ دوسروں کوعبرت کی نگاہ سے دیکھے اور خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرے۔

کان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ انسان علم وحکمت،قرآن اورموعظہ ونصیحت کو سنے،اوران چیزوں کو سنے جن کے ذریعہ دنیا و آخرت کی نجات شامل ہوخصوصاً جھوٹ،غیبت اورتہمت وغیرہ جیسے شیطانی کاموں سے پرہیز کرے۔

زبان کی زکوٰۃ یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نیکی کرنے،خواب غفلت میں سوئے ہوتے مسلمانوں کو بیدار کرنے اور خداوندعالم کی تسبیح وتھلیل کرنے کے لئے اپنی زبان کھولے۔

ہاتھ کی زکوٰۃ یہ ہے کہ خدا کی عطا کردہ نعمتوں اور مال ودولت کواس کی راہ خرچ کرے،اس سے ایسے مطالب لکھے جس سے مسلمانوں کی فلاح وبھبودی ہواورلوگوں کواطاعت خدا پرآمادہ کرے،اوراپنے ہاتھ کوظلم وستم اورفساد سے محفوظ رکھے۔

پیروں کی زکوٰۃ یہ ہے کہ راہ خدا میں انہیں،خدا کے حقوق کی ادائیگی میں چلیں،خدا کے مخلص بندوں کی زیارت کے لئے بڑھیں،علمی مجالس میں شرکت کریں،اصلاح معاشرہ اورصلہ رحم کے لئے بڑھیں،اورایسے کاموں کی طرف انہیں جن سے دین و دنیا کی اصلاح ہوسکے۔

یہ ایسے مسائل ہیں جن کوایک انسان انجام دے سکتا ہے،اورسبھی اتنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان تمام چیزوں پرعمل

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 274

[2] سورۂ فاطر آیت 29

کریں، لیکن وہ تجارت جس سے خدا کے مقرب بندوں کے علاوہ کوئی آگاہ نہیں ہے، اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ ہم شمار کریں، صرف ارباب عمل ہی اس سے آگاہ ہیں، اولیاء الٰہی کا شعار زکوٰۃ کامل کے سلسلہ میں دوسروں سے بالکل الگ ہے۔[1]

حضرت امام عسکری علیہ السلام قرآن مجید میں بیان ہونے والی آیات میں "وَ آتُوْا الزَّكٰوةَ" کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

مال، آبرو اور قدرت بدن کی زکوٰۃ دینا مراد ہے۔

مال کی نسبت اپنے مومن بھائیوں سے مواسات کرنا مراد ہے۔

آبرو کے سلسلہ میں زکوٰۃ یہ ہے کہ اپنی عزت وآبرو کے ذریعہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کرے اور ان کی مشکلات کو دور کرے۔

طاقت کی زکوٰۃ انسان کا اپنے برادر مومن کی ہر ممکن طریقہ سے مدد کرنا ہے۔

یہ تمام چیزیں یعنی مال، آبرو اور طاقت کی زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پ کے اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کا معتقد رہے، اسی صورت میں خداوند عالم ہمارے اعمال کو پاکیزہ قرار دیتا ہے، اور ان کا چند برابر اجر دیتا ہے کیونکہ یہ عنایت اور توفیق ان حضرات کے لئے ہے جو ولایت محمد وآل محمد (ص) کو قبول کریں اور ان کے دشمنوں سے بیزار رہیں۔[2]

حضرت امیر المومنین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں:

قِرَاءَةُ الْقُرآنِ فِي الصَّلاةِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرآنِ فِي غَيْرِ الصَّلاةِ، وَذِكْرُاللهِ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ، وَالصَّدَقَةُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ.[3]

نماز میں قرآن پڑھنا غیر نماز میں پڑھنے سے بہتر ہے، اور زندگی کے تمام حالات میں یاد خدا کرنا صدقہ دینے سے بہتر ہے، اور صدقہ روزہ سے افضل ہے، اور روزہ آتش جہنم کے لئے سپر اور ڈھال ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے اوپر سے نئے لباس نکلتے ہیں، اور اس کے نیچے سے خاکستری رنگ کے گھوڑے نکلتے ہیں، جن پر زین اور لگام ہوتے ہیں، ان گھوڑوں کے پر ہوتے ہیں! وہ پیشاب پاخانہ نہیں کرتے، ان پر اولیاء

---

[1] مصباح الشریعہ: 15، باب الثانی والعشر ون فی الزکاۃ؛ بحارالانوار ج93، ص7، باب1، حدیث1

[2] قوله عزوجل: " وَآ تُوا الزَّكٰوةَ" من المال والجاه وقوة البدن. فمن المال: مواساة اخوانكم المؤمنين؛ ومن الجاه: ايصالهم الى ما يتقا عسو ن عنه لضعفهم عن حوائجهم المترددة فی صدورهم؛ وبالقوة: معونة أخ لك قد سقط حماره أو جمله فی صحراء أو طريق، وهو يستغيث فلا يغاث تعينه، حتى يحمل عليه متاعه، وتر كبه (عليه) و تنهضه حتى تلحقه القافله، وأنت فی ذلك كله معتقد لموالاة محمد وآله الطيبين، فان الله يز كی اعمالك ويضاعفها بموالاتك لهم، وبراءتك من اعدائهم

تفسیر امام حسن عسکری: ۳۶۴، فی مدارۃ انواصب، حدیث ۲۵۴؛ بحارالانوار ج ۹۳، ص ۱۱۴، باب ۱۴، حدیث ۲.

[3] بصائرالدرجات ص11، حدیث4؛ بحارالانوار ج93، ص114، باب14، حدیث2

الٰہی سوار ہوتے ہیں اور جنت میں جہاں جانا چاہیں جاتے ہیں۔

ان میں سے کم ترین درجہ والے افراد بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے: پالنے والے! کس چیز کی وجہ سے تیرے بندے اس عظیم مرتبہ پر پہنچے ہیں؟ اس وقت خداوند عالم جواب دے گا: نماز شب، روزہ، دشمن سے بے خوف جھاد، اور راہ خدا میں صدقہ دینے میں بخل نہ کرنے کی وجہ سے یہ لوگ اس عظیم مرتبہ پر پہنچے ہیں۔[۱]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلا وَمَنْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَلَهُ بِوَزْنِ كُلِّ دِرْهَمٍ مِثْلُ جَبَلِ اُحُدٍ مِنْ نَعِيمِ الْجَنَّةِ؛[۲]

آگاہ ہوجاؤ! کہ جس شخص نے بھی راہ خدا میں صدقہ دیا تو اس کے ہر درہم کے بدلے جنت میں کوہ احد کے برابر نعمتیں ملیں گی۔

حضرت امام صادق علیہ السلام اپنے آباء واجداد کے متعلق حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَالدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ۔[۳]

ہر نیک کام صدقہ ہے، اور ہر خیر کے لئے رہنما ہے جیسے خود اس کا فاعل ہو، خداوند عالم صاحب حزن وملال کی فریاد کو سنتا ہے۔

صدقہ وانفاق کے سلسلہ میں ایک عجیب وغریب واقعہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں: امام صادق علیہ السلام ایک قافلہ کے ساتھ ایک بیابان سے گزر رہے تھے۔ اہل قافلہ کو خبردار کیا گیا کہ راستے میں چور بیٹھے ہوتے ہیں۔ اہل قافلہ اس خبر کو سن کر پریشان اور لرزہ براندام ہوگئے۔ اس وقت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا ہوا؟ تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے پاس (بہت) مال ودولت ہے اگر وہ لوٹ گیا تو کیا ہوگا؟! کیا آپ ہمارے مال کو اپنے پاس رکھ سکتے ہیں تاکہ چور آپ کو دیکھ کر وہ مال آپ سے نہ لوٹیں۔ آپ نے فرمایا: تمہیں کیا خبر شاید وہ ہمیں ھی لوٹنا چاہتے ہوں؟ تو پھر اپنے مال کو میرے حوالے کر کے کیوں ضایع کرنا چاہتے ہو، اس وقت لوگوں نے کہا: تو پھر کیا کریں کیا مال

---

[۱] زيد بن على عن ابيه عن جده عليهم السلام قال:قال أمير المؤمنين على ابن ابى طالب عليه السلام :ان فى الجنة لشجرة يخرج من أعلاها الحلل ومن اسفلها خيل بلق مسرجة ملجمة ذوات أجنحة لا تروث ولا تبول، فيركبها أولياء الله فتطير بهم فى الجنة حيث شاء وا، فيقول الذين اسفل منهم :يا ربنا !ما بلغ بعبادك هذه الكرامة ؟فيقول الله جل جلاله :انهم كانوا يقومون الليل ولا ينامون، ويصومون النهار ولا يأكلون ويجاهدون العدوا ولا يجبنون، ويتصدقون ولا يبخلون.

امالی صدوق ص۲۹۱، مجلس ۴۸، حدیث ۱۴؛ بحار الانوار ج ۹۳، ص ۱۵، باب ۱۴، حدیث ۴.

[۲] من لایحضرہ الفقیہ ج4، ص17، باب ذکر جمل من مناھی النبی، حدیث 4968؛ بحار الانوار ج93، ص115، باب14، حدیث5

[۳] کافی ج4، ص27، باب فضل المعروف، حدیث4؛ بحار الانوار ج93، ص119، باب14، حدیث20

کوزمین میں دفن کردیا جائے؟ آپ نے فرمایا: نہیں ایسا نہ کرو کیونکہ اس طرح تو مال یونہی برباد ہوجائے گا، ہوسکتا ہے کہ کوئی اس مال کو نکال لے یا پھر دوبارہ تم اس جگہ کو تلاش نہ کرسکو۔ اہل قافلہ نے پھر کہا کہ تو آپ ہی بتائے کیا کریں؟ امامؑ نے فرمایا: اس کو کسی کے پاس امانت رکھ دو، تاکہ وہ اس کی حفاظت کرتا رہے، اور اس میں اضافہ کرتا رہے، اور ایک درہم کو اس دنیا سے بزرگ تر کردے اور پھر وہ تمہیں واپس لوٹا دے، اور اس مال کو تمہارے ضرورت سے زیادہ عطا کرے!!

سب لوگوں نے کہا: وہ کون ہے؟ تب امامؑ نے فرمایا: وہ ربّ العالمین ہے۔ لوگوں نے کہا: کس طرح اس کے پاس امانت رکھیں؟ تو امامؑ نے فرمایا: غریب اور فقیر لوگوں کو صدقہ دیدو۔ سب نے کہا: ہمارے درمیان کوئی غریب یا فقیر نہیں ہے جس کو صدقہ دیدیں۔ امامؑ نے فرمایا: اس مال کا ایک تھائی حصہ صدقہ کی نیت سے الگ کرلو تاکہ خداوند عالم چوروں کی غارت گری سے محفوظ رکھے، سب نے کہا: ہم نے نیت کرلی۔ اس وقت امامؑ نے فرمایا:

فَأَنْتُمْ فِي أَمَانِ اللهِ فَامْضُوْ۔

پس (اب) تم خدا کی امان میں ہو لہٰذا راستہ چل پڑو۔

جس وقت قافلہ چل پڑا راستہ میں چوروں کا گروہ سامنے دکھائی دیا، اہل قافلہ ڈرنے لگے۔ امامؑ نے فرمایا: (اب) تم کیوں ڈر رہے ہو؟ تم لوگ تو خدا کی امان میں ہو۔ چور آگے بڑھے اور امامؑ کے ھاتھوں کو چومنے لگے اور کہا: ہم نے کل رات خواب میں رسول اللہ کو دیکھا ہے جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا: کہ تم لوگ اپنے کو آپ کی خدمت میں پیش کرو۔ لہٰذا اب ہم آپ کی خدمت میں ہیں تاکہ آپ اور آپ کے قافلہ والوں کو چوروں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ امامؑ نے فرمایا: تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے جس نے تم لوگوں کے شر کو ہم سے دور کیا ہے وہ دوسرے دشمنوں کے شر کو ہم سے دور کرے گا۔ اہل قافلہ صحیح وسالم شہر میں پہنچ گئے؛ سب نے ایک سوم مال غریبوں میں تقسیم کیا، ان کی تجارت میں بہت زیادہ برکت ہوئی، ہر ایک درہم کے دس درہم بن گئے، سب لوگوں نے تعجب سے کہا: واقعاً کیا برکت ہے؟

امام صادق علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا:

اب جبکہ تمہیں خدا سے معاملہ کرنے کی برکت معلوم ہوگئی ہے تو تم اس پر ہمیشہ عمل کرتے رہنا۔[1]

امام جواد علیہ السلام کے نام امام رضا علیہ السلام کا ایک اہم خط

بزنطی جو شیعہ دانشور راوی اور امام رضا علیہ السلام کے معتبر اور مطمئن صحابی ہیں، بیان کرتے ہیں: میں نے اس خط کو پڑھا ہے جو امام رضا علیہ السلام نے خراسان سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ بھیجا تھا، جس میں تحریر تھا:

[1] عیون اخبار الرضا ج2، ص4، باب 30، حدیث 9؛ وسائل الشیعہ ج9، ص390، باب 10، حدیث 12309؛ بحار الانوار ج93، ص120، باب 14، حدیث 23

مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب آپ بیت الشرف سے باہر نکلتے ہیں اور سواری پر سوار ہوتے ہیں تو خادمین آپ کو چھوٹے دروازے سے باہر نکالتے ہیں، یہ ان کا بخل ہے تا کہ آپ کا خیر دوسروں تک نہ پہنچے، میں بعنوان پدر اور امام تم سے یہ چاہتا ہوں کہ بڑے دروازے سے رفت وآمد کیا کریں، اور رفت وآمد کے وقت اپنے پاس درہم ودینار رکھ لیا کریں تا کہ اگر کسی نے تم سے سوال کیا تو اس کو عطا کر دو، اگر تمہارے چچا تم سے سوال کریں تو ان کو پچاس دینار سے کم نہ دینا، اور زیادہ دینے میں خود مختار ہو، اور اگر تمہاری پھوپھیاں تم سے سوال کریں تو 25 درہم سے کم نہیں دیں اگر زیادہ دینا چاہیں تو تمہیں اختیار ہے۔ میری آرزو ہے کہ خدا تم کو بلند مرتبہ پر فائز کرے، لہٰذا راہ خدا میں انفاق کرو، اور خدا کی طرف سے تنگدستی سے نہ ڈرو![1]

قارئین کرام! اس حقیقت پر بھی توجہ رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید نے بہت سی آیات میں اس صدقہ سے منع کیا ہے جس میں دوسروں پر منت اور احسان یا اس میں اذیت پائی جاتی ہو، صدقہ وخیرات صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہونا چاہئے، اور صدقہ لینے والے دوسروں کی منت اور احسان جتانے کی شرمندگی سے محفوظ رہیں، ورنہ تو وہ صدقہ باطل ہو جائے گا اور خدا کی نظر میں اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ہوگا۔

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ"۔ [2]

جو لوگ راہ خدا میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد احسان نہیں جتاتے اور اذیت بھی نہیں دیتے ان کے لئے پروردگار کے یہاں اجر بھی ہے اور ان کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ حزن۔

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى..."۔ [3]

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو منت گذاری اور اذیت سے برباد نہ کرو۔۔۔۔

بہر حال نماز، انفاق اور معنوی زیبائیوں میں سے جو کچھ بھی خداوند عالم نے انسان کو عطا فرمایا ہے، اور گناہوں سے توبہ واستغفار کے بعد ظاہر وباطن کے اصلاح کرنے کے راستہ ہیں۔

غیب پر ایمان رکھنا، نماز کا قائم کرنا، خدا داد نعمتوں میں سے اس کی راہ میں خرچ کرنا، قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں اور آخرت پر یقین وایمان جیسا کہ گزشتہ صفحات میں وضاحت کی گئی ہے؛ یہ تمام ایسے حقائق ہیں کہ جس انسان میں بھی پائے جائیں وہ راہ ہدایت پر ہے اور دنیا وآخرت میں کامیاب وکامران ہے۔

---

[1] کافی ج4، ص43، باب الانفاق، حدیث5؛ عیون اخبار الرضا ج2، ص8، باب30، حدیث20؛ بحار الانوار ج93، ص121، باب14، حدیث24

[2] سورۂ بقرہ آیت262

[3] سورۂ بقرہ آیت264

"أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔ [۱]

یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت کے حامل ہیں اور فلاح یافتہ اور کامیاب ہیں۔

بعض اہل تحقیق جیسے راغب اصفہانی کے نزدیک فلاح وبھبودی کے معنی یہ ہیں: فلاح یعنی ایسی زندگی جس میں موت نہ ہو، ایسی عزت جس میں ذلت نہ ہو، ایسا علم جس میں جہالت کا تصور نہ ہو، ایسی ثروت جہاں فقر وتنگدستی نہ ہو، اور یہ فلاح آخرت میں مکمل طریقہ سے ان انسانوں کونصیب ہوگی جولوگ غیب ''خدا، فرشتے، برزخ، محشر، حساب، میزان اور جنت ودوزخ'' پر ایمان رکھتے ہوں، نماز قائم کرتے ہوں، زکوٰۃ ادا کرتے ہوں، صدقہ وانفاق کرتے ہوں، قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہوں اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

یہ بات بھی معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہونے کے لئے صرف گناہوں سے توبہ کرنا اور گناہوں سے دوری کر لینا کافی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کی آیات کے پیش نظر جن میں سے بعض کو آپ حضرات نے گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا ہے، توبہ کے بعد اپنی حالت، اقوال اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ عمل صالح، اخلاق حسنہ اور معنوی زیبائیوں کی طرف توجہ کے ذریعہ اپنی توبہ کو کامل کرے اور اپنے گزشتہ کی تلافی کرے اور برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے۔

"إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا"۔ [۲]

علاوہ اس شخص کے جو توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل بھی کرے، تو پروردگار اس کی برائیوں کو اچھائیوں سے تبدیل کر دے گا اور خدا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

عمل صالح اور اخلاق حسنہ کے سلسلہ میں جو گناہوں سے توبہ کے بعد ظاہر وباطن کے اصلاح کے اسباب میں سے ہے، قرآن مجید ماں باپ، رشتہ دار، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی اور احسان، تمام لوگوں کے ساتھ نیک گفتار، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیتا ہے، چونکہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ لازمی حد تک قرآن مجید اور احادیث سے مدد لیتے ہوتے معنوی زیبائیوں کو بیان کریں تا کہ ہماری حالت اور عمل کی اصلاح ہو سکے، کچھ چیزیں گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی ہیں ان کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے، صرف ہر آیت کے ذیل میں نئے اور جدید مطلب کی وضاحت کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، عزیز قارئین! اب آپ قرآن مجید کی روشنی میں اخلاقی واقعیات کی طرف توجہ فرمائیں:

"...لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 5

[۲] سورۂ فرقان آیت 70

حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔۔۔"۔ [1]

خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ لوگوں سے اچھی باتیں کرنا۔ نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔۔۔۔

گزشتہ صفحات میں عبادت خدا اور احکام الٰہی کی فرمانبرداری کے عنوان سے نماز اور انفاق کے سلسلہ میں لازمی حد تک وضاحت کی گئی ہے لہٰذا مذکورہ آیت کے ذریعہ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی اور احسان، نیز دوسرے لوگوں کے ساتھ نیک گفتار کے سلسلہ میں کچھ چیزیں بیان کرتے ہیں:

ماں باپ کے ساتھ نیکی

قرآن مجید کی متعدد آیات نے تمام لوگوں کو خدا کی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے، اس حکم سے شرعی اور اخلاقی وجوب کی بُو آتی ہے، یہ ایک ایسا حکم ہے جس کی اطاعت خدا کی عین بندگی اور عبادت ہے اور اس کی مخالفت گناہ ومعصیت اور روز قیامت کے عذاب کا باعث ہے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہوتا ہے:

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔۔۔"۔ [2]

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔۔۔۔

ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ان زحمتوں اور احسان کی تلافی ہے جس کو ان دونوں نے اپنی اولاد کے ساتھ کیا ہے، جنھوں نے پیدائش کے وقت سے اب تک کسی بھی طرح کے احسان اور زحمت سے دریغ نہیں کیا۔

انھوں نے تمام مقامات پر اپنی اولاد کو اپنے اوپر مقدم کیا، ان کے سلسلہ میں ایثار کیا قربانیاں دیں اور اپنی طرف سے درگزر کیا، بلاؤں کے طوفان اور سخت سے سخت حالات میں اولاد کی حفاظت کی، اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوتے اپنی آغوش میں بٹھایا، اولاد کے چین وسکون کے لئے راتوں جاگتے رہے، اور سخت سے سخت حالات کی تلخیوں کو خوش ہوکر برداشت کیا، اس کی تربیت میں بہت سی مصیبتیں برداشت کیں، اور اپنے خون جگر سے ان کو غذا دی، بہت سی سختیوں اور پریشانیوں کو تحمل کیا تاکہ اولاد کسی مقام پر پہنچ جائے، لہٰذا اب اولاد کی ذمہ داری ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرکے ان کی زحمتوں کے ایک معمولی سے حصہ کی تلافی کرے۔

" وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 83

[2] سورۂ نساء آیت 36

كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا"۔ [1]

اورآپ کے پروردگار کا فیصلہ ہے کہ تم سب اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو خبردار ان سے اف نہ کہنا اور ان ہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان سے ہمیشہ شریفانہ گفتگو کرتے رہنا۔ اور ان کے لئے خاکساری کے ساتھ اپنے کاندھوں کو جھکا دینا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت نازل فرما جس طرح کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ ماں باپ کے سلسلہ میں جس احسان کی سفارش ہوئی ہے اس سے کیا مراد ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ زندگی کرو، ان کو مجبور نہ کرو کہ وہ تم سے کسی چیز کا سوال کریں اگر چہ وہ بے نیاز ہوں، بلکہ ان کے کہنے سے پہلے ہی ان کی ضرورتوں کو پورا کردو، کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا ہے:

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ..."۔ [2]

تم نیکی کی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں میں سے راہ دا میں انفاق نہ کرو۔۔۔۔

ان کو اُف تک نہ کھو، اور ان کو اپنے سے دور نہ کرو، ان کو مایوس نہ کرو، اگر ان کی وجہ سے تم کو کوئی پریشانی ہے بھی تو اس کو برداشت کرو اور اپنی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ لاؤ جس سے وہ ناراحت ہوں، اگر انھوں نے تمہیں مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا یا تم کو مار بھی دیا ہو تو صبر کرو، اور ان سے جدا نہ ہوں، اور ایسی حالت میں ان سے کھو: خداوند عالم تم سے درگزر فرمائے، اور اپنی مغفرت میں جگہ عنایت فرمائے، کہ قول کریم سے مراد یہی ہے، پیار اور محبت بھری نگاھوں سے ان کی طرف دیکھا کرو، مہربانی کی نگاہ کے علاوہ ان کو نہ دیکھو، اپنی آواز کو ان کی آواز سے بلندتر نہ کرو، ان کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ اوپر نہ اٹھاؤ، اور ان کے چلتے ہوتے ان سے آگے آگے نہ چلو۔ [3]

حضرت امام صادق علیہ السلام نیکی اور احسان کی وضاحت کرتے ہوتے فرماتے ہیں: اگر خداوند عالم کے نزدیک اُف سے کمتر کوئی لفظ ہوتا تو اولاد کو اپنے ماں باپ کے لئے کہنے سے منع فرماتا۔ نیز اولاد کو یہ بات معلوم ہونا چاہئے کہ عاق کا سب سے کم درجہ ماں باپ کے لئے لفظ اُف کا استعمال کرنا ہے [4]

---

[1] سورۂ اسراء آیت 23-24

[2] سورۂ آل عمران آیت 92

[3] کافی ج2، ص157، باب البر بالوالدین، حدیث 1؛ بحار الانوار ج71، ص39، باب 2، حدیث 3

[4] عن حدید بن حکیم عن ابی عبد الله علیه السلام قال أدنی العقوق أف ولو علم الله عز وجل شیئا أهون منه لنهی عنه

کافی ج ۲، ص ۳۴۸، باب العقوق، حدیث ۱؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۵۹، باب ۲، حدیث ۲۲۔

کتاب شریف کافی میں روایت بیان ہوئی ہے کہ ماں باپ کی طرف ترچھی نگاھوں سے دیکھنا (بھی) عاق کا ایک مرحلہ ہے! [1]

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: اولاد پر باپ کا حق کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا یسَمِّیهِ بِاسْمِهِ، وَلَا یمْشی بَینَ یدَیهِ، وَلَا یجْلِسُ قَبْلَهُ، وَلَا یسْتَسِبُّ لَهُ۔ [2]

باپ کا نام لے کر نہ پکارے، اس کے آگے نہ چلے، اس کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھے اور اپنے برے کاموں کے ذریعہ اپنے بے گناہ باپ کو ذلیل ورسوا نہ کرے۔

ایک روایت میں بیان ہوا ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: ذلیل ورسوا ہو، اصحاب نے سوال کیا: یا رسول اللہ! آپ کس کے بارے میں فرمارہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: جس کے ماں باپ ضعیف العمر ہوں اور وہ ان کے ساتھ نیکی واحسان نہ کر کے بہشت میں داخل نہ ہو۔ [3]

جناب حذیفہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: میرا باپ مشرکین کی طرف سے میدان جنگ میں آیا ہوا ہے کیا آپ مجھے اس پر حملہ کرنے اور اس کو قتل کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں، تم یہ کام نہ کرو، کوئی دوسرا اس سے مقابلہ کرے۔ [4]

تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

أَفْضَلُ والِدَیکُمْ وَاَحَقُّهُما بِشُکْرِکُمْ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعَلِی علیہ السلام۔ [5]

تمہارا سب سے بہترین باپ اور تمہارے شکریہ کے سزاوارترین ذات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے:

اَنَا وَ عَلَی اَبَوا هٰذِهِ الْاُمَّةِ. وَلَحَقُّنا عَلَیهِمْ اَعْظَمُ مِنْ حَقِّ اَبَوَی وِلَادَتِهِمْ فَاِنَّا نُنْقِذُهُمْ اِنْ اَطاعونا مِنَ النّارِ اِلیٰ دارِ الْقَرارِ، وَنُلْحِقُهُمْ مِنَ الْعُبودِیةِ بِخِیارِ الْاَحْرارِ۔ [6]

میں اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں، بے شک ہمارا حق اس باپ سے بھی زیادہ ہے جو اسے دنیا میں لانے کا

---

[1] کافی ج2، ص349، باب العقوق، حدیث7

[2] کافی ج2، ص158، باب البر بالوالدین، حدیث5؛ بحار الانوار ج71، ص45، باب2، حدیث6

[3] تفسیر صافی ج3، ص185، ذیل سورۂ اسراء، آیت24

[4] تفسیر صافی ج3، ص186، ذیل سورۂ اسراء، آیت24

[5] تفسیر امام حسن عسکری ص330، حدیث189؛ ذیل سورۂ اسراء آیت24؛ بحار الانوار ج23، ص259، باب15، حدیث8

[6] تفسیر صافی ج1، ص150، ذیل سورۂ اسراء آیت83، تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام ص330، حدیث190؛ بحار الانوار ج23، ص259، باب15، حدیث8

سبب بنا، ہم اس امت کو آتش جہنم سے نجات دیتے ہیں اگر ہماری اطاعت کریں، اور ان کو جنت میں پہنچا دیں گے اگر ہمارے حکم پر عمل کرے، اور ان کو عبادت کے سلسلہ میں منتخب بندوں سے ملحق کر دیں گے۔

رشتہ داروں سے نیکی کرنا

رشتہ داروں سے مراد ماں باپ کے حسبی اور نسبی رشتہ دار مراد ہیں۔

انسان کا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ، اولاد، داماد، بہو اور اولاد کی اولا د رشتہ دار کھلا تے ہیں۔

بھائی، بہن، بھتیجے، بھانجے، داماد اور بھوویں اور ہر وہ شخص جو نسبی یا سببی رشتہ رکھتا ہو انسان کے رشتہ دار حساب ہوتے ہیں۔

ان کے ساتھ صلہ رحم اور نیکی یہ ہے کہ ان سے ملاقات کرے، ان کی مشکلات کو دور کرے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرے۔

رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم اور نیکی کرنا خداوند عالم کا حکم اور ایک اخلاقی و شرعی ذمہ داری ہے، جس کا اجر ثواب عظیم اور اس کا ترک کرنا عذاب الیم کا باعث ہے۔

قرآن مجید نے پیمان شکنی، قطع تعلق اور زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کو خسارہ اور گھاٹا اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے:

"الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ"۔ [1]

جو خدا کے ساتھ مضبوط عہد کرنے کے بعد بھی اسے توڑ دیتے ہیں اور جسے خدا نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ دیتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً خسارہ والے ہیں۔

رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنا ایک غیر شرعی عمل ہے اگر چہ انھوں نے کسی کو رنجیدہ خاطر بھی کیا ہو۔

رشتہ داروں کے یہاں آمد و رفت، ایک خدا پسند عمل اور اخلاق حسنہ کی نشانی ہے۔

اگر چہ انسان کے بعض رشتہ دار دین و دینداری سے دور ہوں اور حق و حقیقت کے مخالف ہوں لیکن اگر ان کی ہدایت کی امید ہو تو ان کی نجات کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے ان کے یہاں رفت و آمد کرنا چاہئے۔

صلہ رحم کے سلسلہ میں بہت سی اہم روایات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بیان ہوئیں ہیں جن کے حکیمانہ مطالب پر توجہ کرنا ہر مومن پر لازم و واجب ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی اہم روایات صلہ رحم کے سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں جو واقعاً بہت ہی اہم ہیں:

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 27

اِنَّ اَعْجَلَ الْخَيرِ ثَواباً صِلَةُ الرَّحِمِ۔ [۱]

بے شک ثواب کی طرف تیزی سے جانے والا کار خیر صلہ رحم ہے۔

صِلَةُ الرَّحِمِ تُهَوِّنُ الْحِسابَ، وَتَقي ميتَةَ السُّوءِ۔ [۲]

صلہ رحم کے ذریعہ روز قیامت میں انسان کا حساب آسان ہوجاتا ہے، اور بُری موت سے محفوظ رہتا ہے۔

صِلُوا اَرْحامَكُمْ فِي الدُّنْيا وَلَوْ بِسَلامٍ۔ [۳]

دنیا میں صلہ رحم کی رعایت کرو اگرچہ ایک سلام ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاَحْسِنْ اِلىٰ مَنْ اَساءَ اِلَيكَ، وَقُلِ الْحَقَّ وَلَوْ عَلىٰ نَفْسِكَ۔ [۴]

جن رشتہ داروں نے تجھ سے قطع تعلق کیا ہے اس کے ساتھ صلہ رحم کرو، اور جس نے تمہارے ساتھ بدی کی ہے اس کے ساتھ نیکی کرو، نیز ہمیشہ سچ بات کھو چاہے تمہارے نقصان میں تمام ہو۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَصِلُ رَحِمَهُ وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلاثُ سِنينَ فَيُصَيِّرُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَلاثينَ سَنَةً، وَيَقْطَعُها وَقَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلاثُونَ سَنَةً فَيُصَيِّرُهَا اللهُ ثَلاثَ سِنينَ [۵] ثُمَّ تَلا: "يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ"۔ [۶]

بے شک جب انسان صلہ رحم کرتا ہے تو اگرچہ اس کی عمر کے تین سال باقی رہ گئے ہوں تو خداوند عالم اس کی عمر تیس سال بڑھا دیتا ہے، اور جو شخص رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتا ہے اگرچہ اس کی عمر تیس سال باقی رہ گئی ہو تو بھی خداوند عالم اس کی عمر تین سال کردیتا ہے، اس کے بعد (امامؑ نے) مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کی: ''خداوند عالم جس چیز کو چاہے مٹادے اور جس چیز کو چاہے لکھ دے''۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

وَأَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَاِنَّهُمْ جَناحُكَ الَّذِي بِهِ تَطيرُ، وَاَصْلُكَ الَّذِي اِلَيهِ تَصيرُ، وَيَدُكَ الَّذِي بِها تَصولُ۔ [۷]

---

[۱] کافی ج ۲، ص ۱۵۲، باب صلۃ الرحم، حدیث ۱۵؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۱۲۱، باب ۳ حدیث ۸۳.

[۲] امالی طوسی ص ۴۸۰، مجلس ۱۷، حدیث ۱۰۴۹؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۹۴، باب ۳، حدیث ۲۱.

[۳] نوادر راوندی ص ۶؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۱۰۴، باب ۳، حدیث ۶۲ ۳.

[۴] کنز الفوائد ج ۲، ص ۳۱، فسل من عیون الحکم؛ بحار الانوار ج ۷۴، ص ۱۷۳، باب ۷، حدیث ۷.

[۵] امالی طوسی ص ۴۸۰، مجلس ۱۷، حدیچ ۱۰۴۹؛ بحار الانوار ج ۷۱، ص ۹۳، باب ۳، حدیث ۲۱.

[۶] سورۂ رعد آیت 39

[۷] نہج البلاغہ ص 642، نامہ 31، فی الرأی فی المرأۃ؛ بحار الانوار ج 71، ص 105، باب 3، حدیث 67

اپنے رشتہ داروں کے ساتھ لطف و کرم کرو، وہ تمہارے بال و پر ہیں جن کے ذریعہ تم پرواز کر سکتے ہو، اور وہی تمہاری اصل ہیں کہ ان کی طرف پلٹ جانا ہے، نیز تمہاری طاقت ہیں کہ ان ہی کے ذریعہ اپنے دشمنوں پر حملہ کر سکتے ہو۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں: جناب موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا:

فَمَا جَزاءُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ قَالَ: يَا مُوسىٰ أُنْسِىءُ لَهُ أَجَلَهُ، وَأُهَوِّنَ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ [1]

خداوندا! صلہ رحم کرنے والے کی جزا کیا ہے؟ جواب آیا: اس کی موت دیر سے بھیجوں گا، اور اس کے لئے موت کی سختیوں کو آسان کر دوں گ۔

یتیموں پر احسان

قرآن مجید نے تقریباً 18 مقامات پر یتیم سے محبت اور اس کے مال کی حفاظت اور اس کی تربیت و ترقی کی سفارش کی ہے۔

"۔۔۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ط وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ط وَاللهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط اِنَّ اللهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ"۔ [2]

اور یہ لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ ان کے حال کی اصلاح بہترین بات ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو یہ بھی تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ مصلح کون ہے اور مفسد کون ہے اگر وہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں ڈال دیتا لیکن وہ صاحب عزت بھی ہے اور صاحب حکمت بھی ہے۔

"وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا"۔ [3]

اور یتیموں کو ان کا مال دے دو اور ان کے مال کو اپنے مال سے نہ بدلو اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاجاؤ کہ یہ گناہ کبیرہ ہے۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا"۔ [4]

جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کہا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے۔

---

[1] امالی صدوق ص 207، مجلس 37، حدیث 8؛ بحار الانوار ج 66، ص 383، باب 38، حدیث 46

[2] سورہ 7 بقرہ آیت 220

[3] سورۂ نساء آیت 2

[4] سورۂ نساء آیت 10

"۔۔۔وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا"۔ [1]

۔۔۔اوران کمزور بچوں کے بارے میں انصاف کے ساتھ قیام کرواور جوبھی تم کار خیر کرو گے خدااس کا بخوبی جاننے والا ہے۔

"وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔۔۔"۔ [2]

اورخبردار مال یتیم کے قریب بھی نہ جانا مگراس طریقہ سے جو بہترین طریقہ ہو یہاں تک کہ وہ توانائی کی عمر تک پہنچ جائیں۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہیں:

مَنْ قَبَضَ يتيماً مِنْ بَينِ الْمُسْلِمينَ اِلىٰ طَعامِهِ وَشَرابِهِ، اَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ اَلْبَتَّةَ اِلا اَنْ يعْمَلَ ذَنْباً لَا يغْفَرُ۔ [3]

جوشخص کسی مسلمان یتیم بچہ کی پرورش اورخرچ کی ذمہ داری لے لےتو یقینا خداوندعالم اس پر جنت واجب کردیتا ہے، مگر یہ کہ غیر قابل بخشش گناہ کا مرتکب ہوجائے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ داراً يقالُ لَها دارُ الْفَرَحِ، لَا يدْخُلُها اِلاَّ مَنْ فَرَّحَ يتامَى الْمُؤمِنينَ۔ [4]

بے شک جنت میں ایک مکان ہے جس کو دارالفرح (یعنی خوشیوں کا گھر) کہا جاتا ہے، اس میں صرف وہی مومن داخل ہوسکتے ہیں جنھوں نے یتیم مومن بچوں کوخوشحال کیا ہو۔

اَتَى النَّبِي رَجُلٌ يشْكُو قَسْوَةَ قَلْبِهِ، قالَ: اَتُحِبُّ اَنْ يلينَ قَلْبُكَ وَتُدْرِكَ حاجَتَكَ؟ اِرْحَمِ الْيتيمَ، وَامْسَحْ رَأْسَهُ، وَاَطْعِمْهُ مِنْ طَعامِكَ، يلِنْ قَلْبُكَ، وَتُدْرِكَ حاجَتَكَ۔ [5]

ایک شخص پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اوراپنی سنگدلی کی شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگرتم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہوجائے، اوراپنی مراد حاصل کرلو؟ تم یتیم بچوں پرمہربانی کرو، ان کے سر پر دست شفقت پھیرو، ان کو کھانا کھلاؤ، توتمہارا دل نرم ہوجائے گا اور تمہیں تمہاری مرادیں مل جائیں گی۔

---

[1] سورۂ نساء آیت 127

[2] سورۂ انعام آیت 152

[3] الترغیب ج3، ص347

[4] کنزالعمال ص6008؛ تفسیر معین ص12،

[5] الترغیب ج3، ص349

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مامِنْ مُؤمِنٍ وَلَا مُؤمِنَةٍ یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِ یَتیمٍ تَرَحُّماً لَہٗ اِلّا کَتَبَ اللہُ لَہٗ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مَرَّتْ یَدُہٗ عَلَیْھَا حَسَنَۃً۔ [1]

جب کوئی مومن کسی یتیم کے سر پر دست نوازش پھیرتا ہے تو خداوند عالم اس کے ہاتھ کے نیچے گزرنے والے ہر بال کے بدلہ نیکی اور حسنہ لکھ دیتا ہے۔

مسکینوں پر احسان کرنا

مسکین یعنی وہ شخص جو زمین گیر اور لاچار ہوگیا ہو، اور تھی دستی اور غربت کا شکار ہوگیا ہو، جس کے لئے درآمد کا کوئی طریقہ باقی نہ رہ گیا ہو۔

ھر مومن پر خدا کی طرف سے ذمہ داری اور وظیفہ ہے کہ اپنے مال سے اس کی مدد کرے، اور اس کی عزت کو محفوظ رکھتے ہوتے اس کی مشکلات کو دور کرنے کوشش کرے۔

قرآن مجید نے مساکین پر توجہ کو واجب قرار دیا ہے، اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کو عبادت خدا شمار کیا ہے، کیونکہ خداوند عالم مساکین پر خاص توجہ، اور ان کے چین وسکون کا راستہ ہموار کئے جانے کو پسند کرتا ہے۔

مساکین کی نسبت لاپرواھی کرنا بہت بُرا ہے اور قرآن مجید کے فرمان کے مطابق روز قیامت ایسا شخص عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا"۔ [2]

اور دیکھو قرابتداروں، مسکین اور غربت زدہ مسافر کو اس کا حق دے دو اور خبردار اسراف سے کام نہ لین۔

"۔۔۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ۔۔۔"۔ [3]

۔۔۔اور محبت خدا میں قرابتداروں، یتیموں، مسکینوں، غربت زدہ مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مال دے۔۔۔۔

"اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ

[1] ثواب الاعمال ص199، ثواب من مسح یدہ علی رأس یتیم؛ بحار الانوار ج72، ص4، باب31، حدیث 9

[2] سورۂ اسراء آیت 26

[3] سورۂ بقرہ آیت 177

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ"۔ [1]

صدقات وخیرات بس فقراء، مساکین اوران کے کام کرنے والے اور جن کی تالیف قلب کی جاتی ہے اور غلاموں کی گردن کی آزادی میں اور قرضداروں کے لئے راہ خدا میں اور غربت زدہ مسافروں کے لئے ہیں یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ خوب جاننے والا ہے اور صاحب حکمت ہے۔

مساکین کی نسبت بےتوجہی اوران کی مدد نہ کرنا نہ صرف یہ کہ آخرت کے عذاب کا باعث ہے بلکہ انسان کی زندگی میں بھی اس کے برے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

خداوندعالم نے سورہ ن والقلم آیات 17 تا 33 میں ان بھائیوں کی داستان کو بیان کیا ہے جن کو باپ کی میراث میں ایک بہت بڑا اور پھل دار باغ ملا، لیکن انھوں نے اپنے باپ کے برخلاف عمل کیا ان کا باپ غریب غرباء کا بہت خیال رکھتا تھا، انھوں نے باپ کی میراث ملتے ہی ایک میٹنگ کی اور یہ طے کیا کہ کل صبح جب باغ کے پھلوں کو اتارا جائے گا تو کسی بھی غریب ومسکین کی مدد نہیں کی جائے گی، اور باغ کے دروازہ کو بند کردیا جائے تاکہ کوئی غریب ومسکین آنے نہ پائے، لیکن ان کی اس شیطانی و پلید فکر کی وجہ سے بحکم خدا اسی رات بجلی گری اور پھلوں سے لدے ہوتے تمام باغ کو جلا ڈالا، اوراس سرسبز علاقے میں اس باغ کی ایک مٹھی راکھ کے علاوہ کچھ باقی نہ بچا۔

جیسے ہی وہ لوگ صبح صبح اپنے منصوبہ کے مطابق پھل اتارنے کے لئے باغ میں پہنچے تو باغ کی یہ عجیب وغریب حالت دیکھی تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، اور فریاد بلند کی کہ افسوس!! ہمارے اوپر کہ ہم نے احکام الٰہی اور اس کے حدود سے تجاوز کیا اور اہل طغیان وتجاوز ہوگئے۔

قرآن مجید مشکلات نازل ہونے اور فقر وتنگدستی میں مبتلا ہونے کا باعث مساکین کی مدد نہ کرنے کو بیان کرتا ہے:

"وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰۗضُّوْنَ عَلٰي طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا"۔ [2]

اور جب آزمائش کے لئے روزی کو تنگ کردیا تو کہنے لگا کہ میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ تم یتیموں کا احترام نہیں کرتے ہو۔اور لوگوں کو مسکینوں کو کھانا کھانے پر آمادہ نہیں کرتے ہو اور میراث کے مال کو اکٹھا کر کے حلال وحرام سب کھا جاتے ہو۔اور مال دنیا کو بہت دوست رکھتے ہو۔

قرآن مجید نے سورہ الحاقہ میں ایک گروہ کے لئے بہت سخت عذاب کے بارے میں بیان کیا ہے جن کے عذاب کے دو سبب بیان کئے ہیں:

---

[1] سورۂ توبہ آیت 60

[2] سورۂ فجر آیت 16 تا 20

1۔خدا پر ایمان نہ رکھنا۔

2۔مساکین کو کھانے کھلانے میں رغبت نہ رکھنا۔

آیات کا ترجمہ اس طرح ہے:

لیکن جس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا: اے کاش یہ نامہ اعمال مجھے نہ دیا جاتا۔اور مجھے اپنا حساب نہ معلوم ہوتا۔اے کاش اس موت ہی نے میرا فیصلہ کر دیا ہوتا۔میرا مال بھی میرے کام نہ آیا۔اور میری حکومت بھی برباد ہوگئی۔ اب اسے پکڑو اور گرفتار کرلو۔پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔پھر ایک ستر گز کی رسی میں اسے جکڑ لو۔یہ خدائے عظیم پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔اور لوگوں کو مسکینوں کے کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا تھا۔تو آج اس کا یہاں کوئی غمخوار نہیں ہے۔اور نہ پیپ کے علاوہ کوئی غذا ہے۔جسے گناہگاروں کے علاوہ کوئی نہیں کھا سکتے۔[1]

قارئین کرام! واقعاً غرباء اور مساکین کی طرف توجہ کرنا اتنا اہم ہے کہ جس سے غفلت کرنے والا خداوند عالم کی نظر میں قابل نفرت ہے اور روز قیامت سخت ترین عذاب کا حقدار ہوگا۔

جناب جبرئیل سے نقل ہوا ہے کہ فرمایا:

اَنا مِنَ الدُّنیا اُحِبُّ ثَلاثَةَ اَشْیاءَ:اِرْشادَ الضّالِّ وَاِعانَةَ الْمَظْلومِ وَمَحَبَّةَ الْمَساکِینِ.[2]

میں دنیا کی تین چیزوں کو دوست رکھتا ہوں: راستہ بھٹکے ہوتے کی راہنمائی، مظلوم کی مدد اور مساکین کے ساتھ محبت۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

فَمَنْ واساهُمْ بِحَواشِي مالِهِ وَسَّعَ اللهُ عَلَيهِ جِنانَهُ وَاَنالَهُ غُفْرانَهُ وَرِضْوانَهُ...[3]

جو شخص اپنے پاس جمع ہوتے مال سے مساکین کی مدد اور ان کی پریشانیوں کو دور کرے، تو خداوند عالم اس کے لئے جنت کو وسیع فرما دیتا ہے اور اس کو اپنی رحمت و مغفرت میں داخل کر لیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جو شخص کسی مومن کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے تو روز قیامت اس کی جزا کو کوئی نہیں جان سکتا، نہ مقرب فرشتے اور نہ پیغمبر مرسل، سوائے خداوند عالم کے، کہ صرف وہی اس شخص کے اجر کے بارے میں آگاہ ہے۔

کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا باعث مغفرت و بخشش ہے اور اس کے بعد امام صادق علیہ السلام نے اس آیہ شریفہ کی

---

[1] سورۂ حاقہ آیت 25 تا 37

[2] مواعظ العددیہ ص 147

[3] تفسیر امام حسن عسکری ص 345، حدیث 226؛ تفسیر صافی ج 1، ص 151، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج 66، ص 344، باب 38

تلاوت فرمائی[۱]:

"اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ"۔ [۲]

یا بھوک کے دن میں کھانا کھلانا۔ کسی قرابتدار یتیم کو۔ یا خاکسار مسکین کو۔

نیک گفتار

قرآن مجید کی متعدد آیات زبان کے سلسلہ میں ہونے والی گفتگو، زبان کی عظمت اور گوشت کے اس لوتھڑے کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔

زبان ہی کے ذریعہ انسان دنیاوآخرت میں نجات پاتا ہے یا اسی زبان کے ذریعہ دنیاوآخرت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے۔

زبان ہی کے ذریعہ انسان گھر اور معاشرہ میں چین وسکون پیدا کرتا ہے یا اسی زبان کے ذریعہ گھر اور معاشرہ میں تباہی و بربادی پھیلا دیتا ہے۔

زبان ہی یا اصلاح کرنے والی یا فساد برپا کرنے والی ہوتی ہے، اسی زبان سے لوگوں کی عزت وآبرو اور اسرار کو محفوظ کیا جاتا ہے یا دوسروں کی عزت وآبرو کو خاک میں ملا دیا جاتا ہے۔

قرآن کریم تمام انسانوں خصوصاً صاحبان ایمان کو دعوت دیتا ہے کہ دوسروں کے ساتھ صرف نیک گفتار میں کلام کرو۔

زبان کے سلسلہ میں قرآنی آیات کے علاوہ بہت سی اہم احادیث بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے بیان ہوئی ہیں کہ اگر کتب احادیث میں بیان شدہ تمام احادیث کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِذا اَصْبَحَ ابْنُ آدَمَ اَصْبَحَتِ الْاَعْضاءُ كُلُّها تَسْتَكْفِی اللِّسانَ، اَی تَقولُ: اِتَّقِ اللهَ فِینَا، فَاِنَّكَ اِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنا، وَاِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْن۔ [۳]

جس وقت انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضاء وجوارح بھی صبح کرتے ہیں، چنانچہ تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہمارے سلسلہ میں تقویٰ الٰہی کی رعایت کرنا کیونکہ اگر تو راہ مستقیم پر رہے گی تو ہم بھی مستقیم رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے پن میں گرفتار ہوجائیں گے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] کافی ج2، ص201، باب اطعام المؤمن، حدیث6؛ وسائل الشیعہ ج24، ص309، باب32، حدیث30627

[۲] سورۂ بلد آیت14-16

[۳] محجۃ البیضاء ج5، ص193، کتاب آفات اللسان

اَللِّسانُ میزانُ الْاِنْسانِ۔ [1]

زبان انسان کی میزان (اور ترازو) ہے (یعنی انسان کی شرافت اور اس کی بزرگی یا پستی اس کی زبان سے سمجھی جاتی ہے)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

یعَذِّبُ اللهُ اللِّسانَ بِعَذابٍ لایعَذِّبُ بِهِ شَیئاً مِنَ الْجَوارِحِ فَیقولُ: یارَبِّ عَذَّبْتَنِی بِعَذابٍ لَمْ تُعَذِّبْ بِهِ شَیئاً مِنَ الْجَوارِحِ. فَیقالُ لَهُ: خَرَجَتْ مِنْكَ كَلِمَةٌ فَبَلَغَتْ مَشارِقَ الْاَرْضِ وَمَغارِبَها فَسُفِكَ بِهَا الدَّمُ الْحَرامُ، وَانْتُهِبَ بِهِ الْمالُ الْحَرامُ، وَانْتُهِكَ بِهِ الْفَرْجُ الْحَرامُ۔ [2]

خداوند عالم زبان کو ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ کسی دوسرے حصہ پر ایسا عذاب نہیں کرے گا، اس وقت زبان گویا ہوگی: خدایا! تو نے مجھے ایسے عذاب میں مبتلا کیا ہے کہ کسی حصہ کو ایسا عذاب نہیں کیا ہے، چنانچہ اس سے کہا جائے گا: تجھ سے ایسے الفاظ نکلے ہیں جو مشرق ومغرب تک پہنچ گئے ہیں جن کی وجہ سے بے گناہ کا خون بہا، بے گناہ کا مال غارت ہوا اور بے گناہ کی آبرو خاک میں مل گئی!

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

كَمْ مِنْ اِنْسانٍ اَهْلَكَهُ لِسانٌ۔ [3]

کتنے لوگ ایسے ہیں جو اپنی زبان کی وجہ سے ہلاک ہوجاتے ہیں۔

بہرحال ہمیں شب وروز اپنی زبان کی حفاظت کرنا چاہئے، اور اس کو بولنے کے لئے آزاد نہیں چھوڑ دینا چاہئے، کس جگہ، کس موقع پر، کس کے پاس اور کس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے غور وفکر کرنا ضروری ہے، نیز ہر حال میں خدا اور قیامت پر توجہ رکھنا ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان زبان کے ذریعہ ایسا گناہ کر بیٹھے کہ اس سے توبہ کرنا مشکل اور ان کے نقصان کی تلافی کرنا محال ہو۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مومن اور مخالف سے نیکی اور خوبی کے ساتھ گفتگو کرو، تمہاری گفتگو صرف نیک اور منطقی ہونا چاہئے۔

مومنین سے خنداں پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ گفتگو کرنا چاہئے، اور وہ بھی نیکی اور اچھائی سے، اور مخالفوں (غیر شیعہ) سے اس طرح گفتگو کرو کہ ان کے لئے ایمان کے دائرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار ہوجائے، اور اگر وہ ایمانی دائرے

---

[1] غرر الحکم ص209، اللسان میزان، حدیث 4021

[2] کافی ج2، ص115، باب الصمت وحفظ اللسان، حدیث 16؛ بحار الانوار ج68 ص304، باب 78، حدیث 80

[3] غرر الحکم ص213، حفظ اللسان واھمیتہ، حدیث 4159

میں داخل نہ ہوسکے تو اس سے دوسرے مومنین حفظ وامان میں رہیں، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: دشمنان خدا کے ساتھ تواضع ومدارا ت سے پیش آنا، اپنے اور دوسرے مومنین کی طرف سے صدقہ ہے۔ [۱]

حضرت امام باقر علیہ السلام سے آیہ شریفہ ''وَقولوالِلنَّاسِ حُسناً'' کے ذیل میں روایت ہے کہ لوگوں سے اس طرح نیک گفتار کرو جس طرح تم اپنے ساتھ گفتگو کیا جانا پسند کرتے ہو کیونکہ خداوند عالم مومن اور قابل احترام حضرات کی نسبت بدگوئی اور نازیبا الفاظ پسند نہیں کرتا (یعنی مومنین کو برا بھلا کہنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) اور باحیا، بردبار، ضعیف اور باتقویٰ لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ [۲]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

كَلامُ ابْنِ آدَمَ كُلُّهُ عَلَيهِ لَا لَهُ اِلاّ اَمْرٌ بِالْمَعْروفِ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ، اَوْ ذِكْرُ اللهِ۔ [۳]

تمام لوگوں کی گفتگو ان کے نقصان میں ہے سوائے امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ذکر خدا کے۔

سورہ بقرہ آیت 83 کے لحاظ سے جس کی شرح گزشتہ صفحات میں بیان ہوچکی ہے ماں باپ، رشتہ داروں اور مساکین کے ساتھ احسان اور تمام لوگوں سے نیک گفتار اور اچھی باتیں معنوی زیبائیوں میں سے ہیں، گناہ خصوصاً گناہ کبیرہ سے توبہ کرنے والے کے لئے اپنی توبہ، عمل اور گفتار کی اصلاح کے لئے اس آیت کے مضمون پر پابندی کرنا ضروری ہے اور اس مذکورہ آیت میں بیان شدہ اہم مسائل پر خوشحالی اور نشاط کے ساتھ عمل کرے تا کہ اس کے اندر موجود تمام برائیاں دُھل جائیں اور اس کے عمل، اخلاق اور گفتار کی اصلاح ہوجائے۔

اخلاص

اخلاص اور خلوص نیت ایک بہت عظیم مسئلہ ہے جس پر قرآن مجید کی آیات اور روایات معصومین علیہم السلام میں بہت زیادہ تاز ور دیا گیا ہے۔

صرف مخلص افراد ہی کی فکر و نیت، عمل اور اخلاق قابل اہمیت ہے اور صرف وہی لوگ اجر عظیم اور رضوان الٰہی کے مستحق ہوتے ہیں۔

اگر ہماری کوشش، اعمال اور اخلاقی امور غیر خدا کے لئے ہوں تو ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور خدا کے نزدیک اس کا کوئی ثواب نہیں ہے۔

جو شخص اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو قرآن مجید کے فرمان کے مطابق اس کو اپنی حالت اور گفتگو کی اصلاح کرنا

---

[۱] تفسیر صافی ج1، ص152، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج72، ص401، باب 87، حدیث 42

[۲] تفسیر عیاشی ج1، ص48، حدیث 63، ؛تفسیر صافی ج1، ص152، ذیل سورۂ بقرہ آیت 83؛ بحار الانوار ج71، ص161، باب 10، حدیث 19

[۳] مواعظ العددیہ ص87

چاہئے، اور تمام امور میں خداوند عالم کی پناہ میں چلا جائے، اور اپنے دین اور تمام دینی امور میں خلوص خدا کی رعایت کرے، اور ریا کاری اور خودنمائی سے پرہیز کرے، اپنے دینی فرائض میں صرف اور صرف خدا سے معاملہ کرے، تاکہ اہل ایمان کی همراهی حاصل ہوجائے، اس سلسلہ میں درج ذیل آیہ شریفہ بہت زیادہ قابل توجہ ہے:

"إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا"۔ [۱]

علاوہ ان لوگوں کے کے جو توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور خدا سے وابستہ ہوجائیں اور دین کو خالص اللہ کے لئے اختیار کریں تو یہ صاحبان ایمان کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ ان صاحبان ایمان کو اجر عظیم عطا کرے گا۔

"أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ۔۔۔"۔ [۲]

آگاہ ہوجاؤ کے خالص بندگی اللہ کے لئے ہے۔۔۔۔

جو شخص ریا کاری، خودنمائی اور شرک کا گرفتار ہو تو بارگاہ خداوندی سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

"۔۔۔فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ"۔ [۳]

۔۔۔لہٰذا آپ (پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکمل اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔

جن لوگوں کے اعمال میں اخلاص نہیں ہوتا ان کے اعمال خدا کی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں لیکن خلوص کے ساتھ اعمال انجام دینے والوں کے اعمال کا خریدار خداوند مہربان ہے۔

"۔۔۔وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ"۔ [۴]

(اے پیغمبر! بدکار اور مشرکین سے کھو) ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے تمہارے لئے اعمال اور ہم تو صرف خدا کے مخلص بندے ہیں۔

ریا کاری کی وجہ سے عمل باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اہمیت ختم ہوجاتی ہے، لیکن اخلاص سے عمل میں اہمیت پیدا ہوتی ہے اور اخلاص کے ذریعہ ہی آخرت میں جزائے خیر اور ثواب ملنے والا ہے۔

توبہ کرنے والے کے لئے اپنی نیت کی اصلاح کرنا اور اپنے ارادہ کو خدا کی مرضی کے تابع قرار دینا لازم وضروری ہے تاکہ توبہ کا درخت ثمر بخش ہوسکے۔

---

[۱] سورۂ نساء آیت 146

[۲] سورۂ زمر آیت 3

[۳] سورۂ زمر آیت 2

[۴] سورۂ بقرہ آیت 139

اخلاص پیدا کرنے کا طریقہ خدا اور قیامت پر توجہ اور اولیاء الٰہی کے حالات پر غور وفکر کرنا ہے، اور انسان اس بات کا معتقد ہو کہ جنت وجہنم کی کلید خدا کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے، اور انسان کی سعادت وشقاوت کا کسی دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاص کے فوائد کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

مَا اَخْلَصَ عَبْدٌ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَرْبَعِينَ صَباحاً اِلَّا جَرَتْ يَنابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلىٰ لِسانِهِ۔ [1]

جب کوئی بندہ چالیس دن تک خدا کے لئے اخلاص سے کام کرے تو خداوند مہربان اس کی زبان پر حکمت کا چشمہ جاری کر دیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُؤمِنَ لَيَخْشَعُ لَهُ كُلُّ شَىءٍ وَيهابُهُ كُلُّ شَىءٍ ثُمَّ قالَ: اِذا كانَ مُخْلِصاً لِلّٰهِ اَخافَ اللهُ مِنْهُ كُلَّ شَىءٍ حَتّىٰ هَوامَّ الْاَرْضِ وَسِباعَها وَطَيرَ السَّماءِ، [2]

بے شک مومن انسان کے لئے ہر چیز خاشع وخاضع ہے اور سبھی اس سے خوف زدہ ہیں، اس کے بعد فرمایا: جس وقت مومن انسان خدا کا مخلص بندہ بن جاتا ہے تو خداوند عالم اس کی عظمت اور ھیبت کو تمام چیزوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے، یہاں تک کہ روئے زمین پر وحشی درندے اور آسمان پر اڑنے والے پرندے بھی اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

سَبَبُ الْاِخْلاصِ الْيَقينُ۔ [3]

یقین وایمان کے ذریعہ اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

اَصْلُ الْاِخْلاصِ الْيَأْسُ مِمّا فِي اَيْدِي النّاسِ۔ [4]

اخلاص کی اصل، دوسروں کے پاس موجود تمام چیزوں سے ناامیدی ہے۔

مَنْ رَغِبَ فِيما عِنْدَ اللهِ اَخْلَصَ عَمَلَهُ۔ [5]

جو شخص خداوند عالم کی رحمت ورضوان اور بہشت کا خواہاں ہے اسے اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے۔

---

[1] عیون اخبار الرضا ج2، ص69، باب 31، حدیث 321؛ بحار الانوار ج67، ص242، باب 54، حدیث 10

[2] جامع الاخبار ص100، الفصل 56 فی الاخلاص؛ بحار الانوار ج67، 248، باب 54، حدیث 21

[3] غرر الحکم: 62، فوائد الیقین، حدیث 746

[4] غرر الحکم: 398، الفصل التاسع، حدیث 9249

[5] غرر الحکم: 155، الاخلاص فی العمل، حدیث 2907

صبر

قرآن واحادیث میں صبر وشکیبائی کے سلسلہ میں حکم دیا گیا ہے جو واقعاً ایک الٰھی ، اخلاقی اور انسانی مسئلہ ہے، جس کو خداوندعالم پسند کرتا ہے، جو عظیم اجر وثواب کا باعث ہے۔ صبر حافظ دین ہے اور انسان کو حق وحقیقت کی نسبت بے توجہ ہونے سے روکتا ہے، صبر کے ذریعہ انسان کے دل وجان میں طاقت پیدا ہوتی ہے، نیز صبر انسان کو شیاطین (جن وانس) سے حفاظت کرنے والا ہے۔

اگر سخت حوادث وناگوار حالات (جو دین وایمان کو غارت کرنے والے ہیں)، عبادت واطاعت اور گناہ کے وقت صبر سے کام لیا جائے تو انسان یہ سوچتے ہوتے کہ حوادث بھی قواعد الٰہی سے ہمآہنگ ہیں، ان کو برداشت کرلیتا ہے، اور اپنی نجات کے لئے دشمنان خدا سے پناہ نہیں مانگتا، عبادت واطاعت خدا کے وقت اپنے کو بندگی کے مورچہ پر کھڑا ہوکر استقامت کرتا ہے، اور گناہ ومعصیت سے لذت کے وقت لذتوں کو چھوڑنے کی سختی کو برداشت کرتا ہے اور قرآن مجید کے فرمان کے مطابق خداوندعالم کی صلوات ورحمت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

"وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۣ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ"۔ [1]

اور ہم یقیناتمہیں تھوڑے خوف تھوڑی بھوک اور اموال،نفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دیدیں۔ جو مصیبت پڑنے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی بارگاہ میں واپس جانے والے ہیں۔ کہ ان کے لئے پروردگار کی طرف صلوات اور رحمت ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

"...وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"۔ [2]

اور ملائکہ ان کے پاس ہر دروازے سے حاضری دیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو کہ تم نے صبر کیا ہے اور اب آخرت کا گھر تمہاری بہترین منزل ہے۔

"مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ"۔ [3]

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ سب خرچ ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے اور ہمیقینا صبر

---

[1] سورۂ بقرہ آیت155-157

[2] سورۂ رعد آیت23-24

[3] سورۂ نحل آیت96

کرنے والوں کو ان کے اعمال سے بہتر جزا عطا کریں گے۔

"أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُم مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا..."۔ [۱]

یہی وہ لوگ ہیں جن کو دھری جزا دی جائے گی چونکہ انھوں نے صبر کیا ہے۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ يَتَصَبَّرْ يُصَبِّرْهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللهُ وَمَا أُعْطِيَ عَبْدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ۔ [۲]

جو شخص صبر سے کام لے تو خداوند عالم اس کو صبر کی توفیق عطا کرتا ہے، اور جو شخص عفت و پارسائی کو اپناتا ہے تو خداوند عالم اس کو پارسائی تک پہنچا دیتا ہے اور جو شخص خداوند عالم سے بے نیازی طلب کرتا ہے تو خداوند عالم اس کو بے نیاز بنا دیا ہے، لیکن بندہ کو صبر سے بہتر اور وسیع تر کوئی چیز عطا نہیں ہوتی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْحَقُّ ثَقِيلٌ، وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللهُ عَلَىٰ أَقْوَامٍ طَلَبُوا الْعَاقِبَةَ فَصَبَّرُوا نُفُوسَهُمْ، وَوَثِقُوا بِصِدْقِ مَوْعُودِ اللهِ لِمَنْ صَبَرُوا، اِحْتَسِبْ فَكُنْ مِنْهُمْ وَاسْتَعِنْ بِاللهِ۔ [۳]

حق کڑوا ہوتا ہے لیکن خداوند عالم اپنی عاقبت کے خواہاں لوگوں کے لئے شیرین بنا دیتا ہے، جی ہاں، جو لوگ صبر کے سلسلہ میں دیئے گئے وعدہ الٰہی کو سچ مانتے ہیں خدا ان کے لئے حق کو آسان کر دیتا ہے، خدا کے لئے نیک کام انجام دو اور حقائق کا حساب کرو جس کے نتیجہ میں تم صبر کرو اور خدا سے مدد طلب کرو۔

نیز آپ کا ہی کا ارشاد ہے:

اِصْبِرْ عَلَىٰ مَرَارَةِ الْحَقِّ، وَإِيَّاكَ أَنْ تَنْخَدِعَ بِحَلَاوَةِ الْبَاطِلِ۔ [۴]

صبر کے کڑوے پن پر صبر کرو اور باطل کی شیرینی سے فریب نہ کھاؤ۔

ایک شخص نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے کسی مسئلہ کے بارے میں نظر خواہی کی تو امامؑ نے اس شخص کے نظریہ کے برخلاف اپنی رائے کا اظہار فرمایا، اور امام نے اس کے چہرے پر بے توجہی کے آثار دیکھے تو اس سے فرمایا: حق پر صبر کرو، بے شک کسی نے صبر نہیں کیا مگر یہ کہ خداوند عالم نے اس کے بدلے اس سے بہتر چیز عنایت فرما دی۔

---

[۱] سورۂ قصص آیت 54

[۲] کنز العمال حدیث 6522

[۳] نہج البلاغہ ص 699، نامہ 53؛ تحف العقول ص 142؛ بحار الانوار ج 74، ص 259، باب 10، حدیث 1

[۴] غرر الحکم: 70، الصبر علی الحق، حدیث 993

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

اَلْجَنَّةُ مَحْفُوفَةٌ بِالْمَكارِهِ وَالصَّبْرِ، فَمَنْ صَبَرَ عَلَى الْمَكارِهِ فِي الدُّنيا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ جَهَنَّمُ مَحْفُوفَةٌ بِاللَّذّاتِ وَالشَّهَواتِ، فَمَنْ اَعْطىٰ نَفْسَهُ لَذَّتها وَشَهْوَتَها دَخَلَ النّارَ۔ [1]

(جان لو کہ) جنت پر نا گواری اور صبر کا پهرہ ہے، جس شخص نے دنیا میں نا گواریوں پر صبر کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جہنم پر خوشیوں اور حیوانی خواہشات کا پهرہ ہے چنانچہ جو شخص بھی لذات اور شهوات کے پیچھے گیا تو وہ جہنم میں داخل ہو جائے گ۔

نیز آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے:

اَلصَّبْرُ صَبْرانِ: صَبْرٌ عَلَى الْبَلاءِ حَسَنٌ جَميلٌ، وَأَفْضَلُ الصَّبْرَينِ الْوَرَعُ عَنِ الْمَحارِمِ۔ [2]

صبر کی دو قسمیں ہیں: بلاء و مصیبت پر صبر جو بہتر اور زیبا ہے، لیکن دونوں قسموں میں بہترین صبر اپنے کو گناہوں سے محفوظ رکھنا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ تمام چیزوں میں صبر اس لئے ضروری ہے کہ انسان کا دین، ایمان، عمل اور اخلاق صحیح وسالم رہے، اور انسان کی عاقبت بخیر ہو جائے واقعاً انسان کے لئے کیا بہترین اور خوبصورت زینت ہے۔

گناہوں سے توبہ کرنے والے انسان کو چاہئے کہ مشق وتمرین کے ذریعہ اپنے کو صبر سے مزین کرلے، گناہوں سے پاک رہنے کی کوشش کرے تا کہ ہوائے نفس، شیطانی وسوسہ اور گناہوں کی آلودگی سے ہمیشہ کے لئے آسودہ خاطر رہے کیونکہ صبر کے بغیر توبہ برقرار نہیں رہ سکتی، اور اس کے سلسلہ میں رحمت خدا کا تدوام نہیں ہوتا۔

مال حلال

خداوندمہربان نے اپنی تمام مخلوق کی روزی اپنے اوپر واجب قرار دی ہے خداوندعالم کسی بھی مخلوق کی روزی کو نہیں بھولتا۔

انسان کی روزی پہنچانے کے بہت سے مخصوص طریقے ہیں: منجملہ: میراث، ھبہ، خزانہ مل جانا اور ان سب میں اہم حلال کاروبار ہے۔

حلال کاروبار جیسے زراعت، صنعت، بھیڑ بکریاں چرانا، دستی ہنر، تجارت اور محنت ومزدوری کرنا۔

---

[1] کافی ج2، ص89، باب الصب، حدیث7؛ بحارالانوار ج68، ص72، باب 62، حدیث4

[2] کافی ج2، ص91، باب الصبر، حدیث14؛ وسائل الشیعہ ج15، ص237، باب19، حدیث 20371

ناجائز طریقہ سے حاصل ہونے والا مال؛حرام ہےاوراس سے فائدہ اٹھانا روز قیامت میں دردناک عذاب کا باعث ہے۔

چوری،غصب،رشوت،کم تولنا،غارت گری اورظلم وستم کے ذریعہ کسی کے مال کو ہڑپ لینا ممنوع ہے اوران کاموں کا کرنے والا رحمت الٰھی سے محروم ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید اوراحادیث معصومین علیہم السلام،حلال طریقہ سے مال حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہیں،یہاں تک کہ قرآن مجید حکم دیتا ہے کہ پہلے حلال مال کھاؤاس کے بعدعبادت خدا بجالاؤ:

"یَاأَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا..." [1]

اے میرے رسولو!تم پاکیزہ غذائیں کھاؤاورنیک کام کرو۔۔۔۔

ام عبداللہ نے افطار کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک پیالہ دودھ بھجوایا تو آنحضرت نے دودھ لانے والے سے فرمایا:اس دودھ کو لے جاؤاوراس سے معلوم کرو کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ وہ واپس گیااورآکرعرض کیا:یہ دودھ گوسفند کا ہے،آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرفرمایا:گوسفند کہاں سے آیا ہے:چنانچہ پیغام آیا:اس کو میں نے اپنے مال سے خریدا ہے،اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔

دوسرے روز ام عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کرتی ہیں:کل میں نے آپ کے لئے دودھ بھیجالیکن آپ نے واپس کردیااورسوال وجواب کے بعدنوش فرمایا،مسئلہ کیا تھا؟توآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:مجھ سے پہلے تمام انبیاءکوحکم دیا گیا ہے کہ صرف پاک اورحلال چیزیں کھائیں اورصرف عمل صالح انجام دو۔ [2]

قرآن مجید نے روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کوحکم دیا کہ پاکیزہ اورحلال رزق کھاؤاورروزی حاصل کرنے کے لئے شیطان کی پیروی نہ کرو،کیونکہ شیطان ان کو برائی،گناہ اورخدا پرتہمت لگانے کا حکم دیتا ہے۔

"یَاأَیُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِی الْأَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ إِنَّمَا یَأْمُرُكُمْ بِالسُّوٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَنْ تَقُوْلُوا عَلَى اللهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ"۔ [3]

اے انسانو!زمین میں جوکچھ بھی حلال وطیب ہے اسے استعمال کرواورشیطانی اقدامات کا اتباع نہ کروکہ وہ تمہارا کھلا ہوادشمن ہے۔وہ بس تمہیں بدعملی اور بدکاری کا حکم دیتا ہےاوراس بات پرآمادہ کرتا ہے کہ خدا کے خلاف جہالت کی باتیں کرتے رہو۔

---

[1] سورۂ مؤمنون آیت51

[2] الدرالمنثو ر ج5،ص10

[3] سورۂ بقرہ آیت168-169

اہل ایمان کو چاہئے کہ مال حاصل کرنے کے لئے اندازہ سے کام لیں، حلال خدا پر قناعت کریں، دوسروں کے مال پر آنکھیں نہ جمائیں، اور اپنے دل وجان سے اس اہم حقیقت پر توجہ رکھیں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا ہے:

حُرْمَةُ مالِ الْمُسْلِمِ كَدَمِهِ۔ [۱]

مسلمان کا مال اس کے خون کی طرح محترم ہے۔

یعنی جس طرح سے ایک مومن کی جان اور اس کی زندگی کی حفاظت کے لئے کوشش کرتے ہو اسی طرح اس کے مال کی حفاظت کے لئے بھی کوشش کرو، کیونکہ کسی مومن کے مال کو ناحق غارت کرنا اس کا ناحق خون بھانے کی طرح ہے۔

حلال روزی حاصل کرنا اور خداوند عالم کی عطا کردہ روزی پر قناعت کرنا، معنوی زیبائیوں میں سے ہے، بلکہ زیبائی اور نیکیوں سے آراستہ ہونے کے اصول میں سے ہے۔

ہر ایک توبہ کرنے والے پر یہ چیز فوراً واجب اور ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کی اصلاح کرے، یعنی اگر کسی دوسرے کا حق اس پر ہے تو اپنی خوشی سے اسے الگ کرکے مالک تک پہنچا دے اور زندگی بھر یہ دھیان رکھے کہ صرف حلال لقمہ کھائے، اور حرام مال سے اجتناب کرے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ اَكَلَ لُقْمَةً مِنْ حَرامٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاةٌ اَرْبَعِينَ لَيلَةً۔ [۲]

جو شخص ایک لقمہ حرام کھائے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ الْجَنَّةَ جَسَداً غُذِيَ بِحَرامٍ۔ [۳]

خداوند عالم نے حرام غذا کھانے والوں کے بدن پر جنت کو حرام قرار دیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عجیب حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:

تَرْكُ لُقْمَةٍ حَرامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ صَلاةِ اَلْفَي رَكْعَةٍ تَطَوُّع۔ [۴]

ایک حرام لقمہ سے اجتناب کرنا خدا کے نزدیک مستحبی دو ہزار رکعت نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

---

[۱] تفسیر معین ص25

[۲] کنز العمال: 9266

[۳] کنز العمال: 9261؛ تفسیر معین ص26

[۴] تفسیر معین ص26

تقویٰ

اپنے کو گناہوں اور معصیتوں سے محفوظ رکھنا اور ہلاک کنندہ آفات و بلاؤں سے حفظ کرنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو قرآن کریم اور دینی تعلیمات نے تقویٰ کے عنوان سے یاد کیا ہے۔

تقویٰ اس حالت کا نام ہے جو گناہوں سے اجتناب اور عبادت خدا سے حاصل ہوتی ہے اور تقویٰ دینی اقدار و معنوی زیبائی میں ایک خاص عظمت رکھتا ہے۔

صرف متقی افراد ہی میں ہدایت الٰہی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور جنت بھی صرف اور صرف اہل تقویٰ کے لئے آمادہ کی گئی ہے:

"ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۱]

یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ صاحبان تقویٰ اور پرہیز گار لوگوں کے لئے مجسم ہدایت ہے۔

"وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ"۔ [۲]

اور جس دن جنت پرھیز گاروں سے قریب تر کردی جائے گی۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ"۔ [۳]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرو شاید تم کامیاب ہوجاؤ۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ"۔ [۴]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ سمجھ لو کہ خدا پرھیز گاروں ہی کے ساتھ ہے۔

"۔۔۔فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ"۔ [۵]

۔۔۔بے شک خدا متقین کو دوست رکھتا ہے۔

"۔۔۔فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"۔ [۶]

---

[۱] سورۂ بقرہ آیت 2

[۲] سورۂ شعراء آیت 90

[۳] سورۂ بقرہ آیت 189

[۴] سورۂ بقرہ آیت 194

[۵] سورۂ آل عمران 76

[۶] سورۂ آل عمران 123

۔۔۔لہٰذا اللہ سے ڈرو شاید تم شکر گذار بن جاؤ۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ"۔ [1]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرو کہ وہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔

"۔۔۔لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ"۔ [2]

۔۔۔ان کے نیک کام اور متقی افراد کے لئے نہایت درجہ اجرعظیم ہے۔

"۔۔۔إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ"۔ [3]

۔۔۔خدا صرف صاحبان تقویٰ کے اعمال قبول کرتا ہے۔

"وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ۔۔۔"۔ [4]

اور صاحبان تقویٰ پر ان کے حساب کی ذمہ داری نہیں ہے۔۔۔۔

"۔۔۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"۔ [5]

۔۔۔اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ شاید تم پر رحم کیا جائے۔

"۔۔۔وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ"۔ [6]

۔۔۔تو اللہ صاحبان تقویٰ کا سرپرست ہے۔

"۔۔۔إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔۔۔"۔ [7]

۔۔۔تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ محترم وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔۔۔۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اہل تقویٰ کے کچھ نشانیاں بیان کی ہیں، منجملہ :

صداقت، ادائے امانت، وفائے عہد، عجز و بخل میں کمی، صلہ رحم، کمزوروں پر رحم، عورتوں سے کم موافقت کرنا، خوبی کرنا، اخلاق حسنہ، بردباری میں وسعت، اس علم پر عمل جس کے ذریعہ خدا کے قریب ہوجائے، اور اس کے بعد فرمایا: خوش نصیب ہیں یہ

---

[1] سورۂ مائدہ آیت 4

[2] سورۂ آل عمران 172

[3] مائدہ آیت 27

[4] سورۂ انعام آیت 69

[5] سورۂ حجرات آیت 10

[6] سورۂ جاثیہ آیت 19

[7] سورۂ حجرات آیت 13

افراد، کیونکہ ان کی آخرت سعادت بخش نیک اور اچھی ہوگی۔ [۱]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَوْ اَنَّ السَّماواتِ وَالْاَرْضَ کانَتا رَتْقاً عَلیٰ عَبْدٍ ثُمَّ اتَّقَی اللهَ لَجَعَلَ اللهُ لَهُ مِنْهُما فَرَجاً وَمَخْرَجاً۔ [۲]

اگر کسی بندہ پر زمین وآسمان کے دروازے بند ہوجائیں، لیکن اگر وہ بندہ تقویٰ الٰہی اختیار کرے تو خدا اس کے لئے زمین وآسمان کے دروازے کھول دیتا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَصْلَةٌ مَنْ لَزِمَها اَطاعَتْهُ الدُّنْیا وَالْآخِرَةُ وَ رَبِحَ الْفَوْزَ بِالْجَنَّةِ، قیلَ:وَما هِیَ یا رَسولَ اللهِ؟ قالَ:التَّقْوٰی،مَنْ اَرادَ اَنْ یَکونَ اَعَزَّ النّاسِ فَلْیَتَّقِ اللهَ۔ [۳]

ایک خصلت جس شخص میں بھی پائی جائے دنیا وآخرت اس کی اطاعت کرنے لگیں، اور اس کو جنت میں مقام ملے، اصحاب نے کہا: یا رسول اللہ! وہ کونسی خصلت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: تقویٰ، جو شخص لوگوں میں سب سے زیادہ قابل احترام ہونا چاہتا ہے، اسے خدا سے تقویٰ اختیار کرنا چاہئے۔

نیکی

قرآن مجید کے فرمان کے مطابق خدا، روز قیامت، ملائکہ، قرآن اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھنا، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، سفر میں بے خرچ ہونے والوں اور سائلین کی مالی مدد کرنا، نیز غلاموں کو آزاد کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، وفائے عہد، سختیوں، بیماریوں اور کارزار میں صبر کرنا، یہ سب نیکی اور تقویٰ کی نشانیاں ہیں۔ [۴]

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِنَّ اَسْرَعَ الْخَیْرِ ثَواباً الْبِرُّ، وَاَسْرَعَ الشَّرِّ عِقاباً الْبَغْیُ۔ [۵]

بیشک نیکی کا ثواب سب سے جلدی ملتا ہے اور سب سے جلدی عقاب خداوند عالم سے سرپیچی کا پھونچتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک افراد کی دس خصلتیں بیان کی ہے:

یُحِبُّ فِی اللهِ وَ یُبْغِضُ فِی اللهِ، وَیصاحِبُ فِی اللهِ، وَیفارِقُ فِی اللهِ، وَ یغْضَبُ فِی اللهِ، وَیرْضیٰ فِی اللهِ،

---

[۱] تفسیر عیاشی ج2، ص213، حدیث50؛ بحار الانوار، ج67، ص282، باب56، حدیث2

[۲] عدۃ الداعی ص305، فصل فی خواص متفرقۃ؛ بحار الانوار ج67، ص285، باب56، حدیث8

[۳] کنزل الفوائد ج2، ص10، فصل من کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؛ بحار الانوار ج67، ص285، باب56، حدیث7

[۴] سورۂ بقرہ آیت177

[۵] خصال ج1، ص110، حدیث81؛ ثواب الاعمال ص166؛ بحار الانوار ج72، ص273، باب70، حدیث1

وَيعْمَلُ لِلّٰهِ، وَيطْلُبُ اِلَيهِ، وَ يخْشَعُ خَائِفاً مَخُوفاً طَاهِراً مُخْلِصاً مُسْتَحْيِياً مُرَاقِباً، وَيحْسِنُ فِي اللهِ۔ [1]

کسی سے محبت کرے تو خدا کے لئے، دشمنی کرے تو خدا کے لئے، دوستی کرے تو خدا کے لئے، کسی سے دوری کرے تو خدا کے لئے، غصہ کرے تو خدا کے لئے، کسی سے راضی ہوتو خدا کے لئے، اعمال انجام دے تو خدا کے لئے، خدا سے محبت کرے، اس کے سامنے خشوع کرے اور خوف، طہارت، اخلاص، حیاء اور مراقبت کی حالت میں رہے، نیز خدا کے لئے نیکی کرے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تین چیزیں نیکی کے راستے ہیں:

سَخَاءُ النَّفْسِ، وَطِيبُ الْكَلَامِ، وَالصَّبْرُ عَلَى الْاَذىٰ۔ [2]

راہ خدا میں جان کی بازی لگا دینا، نیک گفتار اور لوگوں کی طرف سے دی جانے والی اذیتوں کے مقابلہ میں صبر کرن۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَرْبَعٌ مِنْ كُنُوزِ الْبِرِّ: كِتْمَانُ الْحَاجَةِ، وَ كِتْمَانُ الصَّدَقَةِ، وَ كِتْمَانُ الْوَجَعِ، وَ كِتْمَانُ الْمُصِيبَةِ۔ [3]

نیکیوں کا خزانہ چار چیزیں ہیں: اپنی حاجت کو مخفی رکھنا، چھپا کر صدقہ دینا، اور مشکلات و پریشانیوں کو مخفی رکھنا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ حَسُنَ بِرُّهُ بِاِخْوَانِهِ وَاَهْلِهِ مُدَّ فِي عُمْرِهِ۔ [4]

جس نے اپنے (دینی) بھائیوں کے ساتھ نیکی کی خدا اس کی عمر طولانی کر دیتا ہے۔

غیرت

غیرت اور حمیت، اخلاق حسنہ میں سے ہیں، غیرت کی وجہ سے انسان کی ناموس اور اہل خانہ نامحرموں اور خائنوں کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

غیرت، انبیاء اور اولیاء الٰہی کے برجستہ صفات میں سے ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

كَانَ اِبْرَاهِيمُ اَبِي غَيُوراً، وَاَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ، وَاَرْغَمَ اللهُ اَنْفَ مَنْ لَا يغَارُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ [5]

جناب ابراہیم کے باپ غیور اور صاحب حمیت تھے اور میں ان سے زیادہ غیرت رکھتا ہوں، جو مومن غیرت نہ رکھتا ہو تو

[1] تحف العقول ص21؛ بحارالانوار ج1، ص121، باب 4، حدیث 11

[2] محاسن ج1، ص6، باب 1 حدیث 14؛ بحارالانوار ج68، ص89، باب 62، حدیث 41

[3] تحف العقول ص295؛ بحارالانوار ج75، ص175، باب 22، حدیث 5

[4] تحف العقول ص387؛ بحارالانوار ج75، ص302، باب 25، حدیث 1؛ مستدرک الوسائل ج12، ص421، باب 32، حدیث 14498

[5] من لایحضرہ الفقیہ ج3، ص444، باب الغیرۃ، حدیث 4540؛ مکارم اخلاق ص239؛ بحارالانوار ج100، ص248، باب 4، ص33

خدااس کو ذلیل کر دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام اہل کوفہ کو نصیحت کرتے ہوتے بلند آواز میں فرماتے تھے:

أَما تَسْتَحْيونَ وَلَا تَغارونَ؟ !نِساؤُكُمْ يَخْرُجْنَ إلَى الْاَسْواقِ يُزاحِمْنَ الْعُلوجَ۔ [1]

تمہاری حیا کہاں چلی گئی؟! کیا تمہیں غیرت نہیں آتی، تمہاری عورتیں بازاروں میں جاتی ہیں اور نامحرم اور بدمعاش لوگ ان کو پریشان کرتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إنَّ الْجَنَّةَ لَيوجَدُ رِيحُها مِنْ مَسيرَةِ خَمْسِمائَةِ عامٍ، وَلا يَجِدُها عاقٌّ وَلادَيوثٌ، قيلَ: يا رَسولَ اللهِ، مَا الدَّيوثِ؟ قالَ: الَّذي تَزْني امْرَأَتُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ بِهَ۔ [2]

بے شک جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی دوری سے محسوس کی جاسکتی ہے، لیکن ماں باپ کا عاق کیا ہوااور دیوث جنت کی بو نہیں سونگ سکتے، سوال ہوا کہ یا رسول اللہ! دیوث کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: دیوث وہ شخص ہے جس کی بیوی زنا کرے اور وہ جانتا ہو لیکن بے توجہی سے کام لے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إنَّ اللهَ غَيورٌ، يُحِبُّ كُلَّ غَيورٍ، وَمِنْ غَيْرَتِهِ حَرَّمَ الْفَواحِشَ ظاهِرَها وَباطِنَها۔ [3]

بے شک خداوند عالم غیور ہے اور غیرت رکھنے والے ہر شخص کو دوست رکھتا ہے، اس کی غیرت یہ ہے کہ اس نے تمام ظاہری و باطنی گناہوں کو حرام قرار دیا ہے۔

عبرت

حوادث زمانہ سے عبرت حاصل کرنا، گزشتہ اور عصر حاضر کے لوگوں کے حالات سے پند حاصل کرنا عقلمندی کی نشانی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"لَقَدْ كانَ في قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِاُولِي الْاَلْبابِ..."۔ [4]

یقینا (قرآن میں بیان ہونے والے) ان واقعات میں صاحبان عقل کے لئے سامان عبرت ہے۔۔۔

قرآن مجید، صاحبان عقل و فہم، اہل فکر و بصیرت اور آخر کار تمام ہی انسان کو حکم دیتا ہے کہ رشد و کمال حاصل کرنے اور

---

[1] کافی ج5، ص537، باب الغیرۃ، حدیث6؛ وسائل الشیعہ ج20، ص235، باب132، حدیث25521

[2] من لایحضرہ الفقیہ ج3، ص444، باب الغیرۃ، حدیث4542؛ خصال ج1، ص37، حدیث15؛ بحارالانوار ج76، ص114، باب84، حدیث1

[3] وسایل الشیعہ ج20، ص153، باب77، حدیث25283

[4] سورۂ یوسف آیت111

پلیدی وبرائی سے دوری کے لئے تمام چیزوں سے عبرت حاصل کرو:

"...فَاعْتَبِرُوْا یَااُولِی الْاَبْصَارِ"۔ [1]

۔۔۔اے صاحبان نظر! عبرت حاصل کرو۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَفْضَلُ الْعَقْلِ الْاِعْتِبارُ، وَاَفْضَلُ الْحَزْمِ الْاِسْتِظْهارُ، وَ اَکْبَرُ الْحُمْقِ الْاِغْتِرارُ۔ [2]

سب سے افضل عقل عبرت حاصل کرنے والی عقل ہے، بہترین دوراندیشی یہ ہے کہ انسان غور وفکر کے ساتھ کسی امر میں مداخلت کرے، اور سب سے بڑی حماقت دنیا سے دھوکہ کھانا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام جاھلوں، گناہگاروں، ستمگروں اور بدمعاشی کرنے والوں کو چیلنج فرماتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں کے واقعات سے عبرت حاصل کرو:

اِنَّ لَکُمْ فِی الْقُرونِ السّالِفَةِ لَعِبْرَةً. اَینَ الْعَمالِقَةُ وَاَبْناءُ الْعِمالِقَةُ؟ اَینَ الْفَراعِنَةُ وَاَبْناءُ الْفِرَاعِنَةِ؟اَینَ اَصْحابُ مَدائِنِ الرَّسِّ الَّذِینَ قَتَلُوا النَّبِیینَ، وَاَطْفَأُوا سُنَنَ الْمُرْسَلِینَ، وَاَحْیوا سُنَنَ الْجَبّارِینَ؟! [3]

تمہارے لئے گزشتہ قوموں میں عبرت کا سامان فراہم کیا گیا ہے، کہاں ہیں (شام وحجاز کے) عمالقہ اوران کی اولاد، کہاں ہیں (مصر کے) فراعنہ اوران کی اولاد؟ کہاں ہیں (آذربائیجان کے) اصحاب الرس؟ جنھوں نے انبیاء کوقتل کیا، اورمرسلین کی سنتوں کوخاموش کیا اور جباروں کی سنتوں کوزندہ کیا؟ کہاں گئے اور کیا ہوئے؟!

خیر

قرآن مجید اوراحادیث کی روشنی میں دنیا وآخرت میں کام آنے والے مثبت اور مفید کاموں پر خیر کا اطلاق کیا گیا ہے۔

قرآن کی زبان میں خیر کے معنی ثواب آخرت، رحمت الٰھی، مال حلال، نماز جمعہ، آخرت، ایمان، نصیحت پر عمل کرنا، توبہ، تقویٰ اوران ہیں کی طرح دوسری چیزیں ہیں۔

یہ چیزیں انسان کے ظاہر وباطن کی اصلاح کے لئے بہترین راستے ہیں۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِیهُنَّ فَقَدْ اُعْطِی خَیرَ الدُّنْیا وَالْآخِرَةِ :بَدَناً صابِراً، وَلِساناً ذاکِراً، وَقَلْباً شاکِراً،

---

[1] سورۂ حشر آیت 2

[2] غرر الحکم ص52، اُفضل العقل وکمالہ، حدیث 374؛ تفسیر معین ص545

[3] نہج البلاغہ:415، خطبہ 181، الوصیۃ بالتقوی؛ بحار الانوار ج34، ص124، باب 31، شرح نہج البلاغہ ج10، ص92

وَزَوْجَةٌ صالِحَةٌ۔ [1]

جس شخص کو چار چیزیں مل جائیں اس کو دنیا وآخرت کا خیر مل جاتا ہے: جس کے بدن میں سختیوں اور بلاؤں پر صبر کرنے کی طاقت ہو، جوزبان ذکر خدا میں رطب اللسان رہے، جو دل، شکر خدا کرتا رہے اور مناسب اور شائستہ بیوی۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جُمِعَ الْخَيرُ كُلُّهُ فِي ثَلاثِ خِصالٍ: اَلنَّظَرِ وَالسُّكوتِ وَالْكَلامِ. فَكُلُّ نَظَرٍ لَيسَ فِيهِ اعْتِبارٌ فَهُوَ سَهْوٌ، وَكُلُّ سُكوتٍ لَيسَ فِيهِ فِكْرٌ فَهُوَ غَفْلَةٌ، وَكُلُّ كَلامٍ لَيسَ فِيهِ ذِكْرٌ فَهُوَ لَغْوٌ۔ [2]

تمام نیکی اور خیر تین خصلتوں میں جمع ہیں: نگاہ، سکوت اور قول، جس نظر میں عبرت نہیں ہے وہ سھو ہے، جس سکوت اور خاموشی میں غور وفکر نہ ہو وہ غفلت ہے اور ہر وہ کلام جس میں ذکر (خدا) نہ ہو تو لغو بے ہودہ ہے۔

تحصیل علم

علم، عالم اور متعلم کے سلسلہ میں قرآن مجید اور احادیث میں بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

علم: چراغ راہ، حرارت عقل، بینائی وبصیرت، ارزش واقدار اور شرافت وکرامت ہے۔

دنیا اور آخرت میں اہل ایمان کے درجات بلند ہیں لیکن ان سے زیادہ بلند درجات مومن علماء کے ہیں۔

"۔۔۔يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔۔۔"۔ [3]

۔۔۔اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جاؤ کہ خدا صاحبان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اُطْلُبُوا العِلْمَ وَلَوْ بِالصِّينِ، فَإِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ۔ [4]

علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے، بے شک علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

طالِبُ الْعِلْمِ بَينَ الْجُهّالِ كَالْحَي بَينَ الْاَمْواتِ۔ [5]

---

[1] جعفریات ص230؛ مستدرک الوسائل ج2، ص414، باب64، حدیث2338

[2] امالی صدوق ص27، مجلس8، حدیث2؛ تحف العقول ص215؛ بحارالانوار ج68، ص275، باب78، حدیث2

[3] سورۂ مجادلہ آیت11

[4] روضۃ الواعظین ج1، ص11، باب الکلام فی ماھیۃ العلوم؛ مشکاۃ الانوار ص135، الفصل الثامن؛ بحارالانوار ج1، ص180، باب1، حدیث65

[5] امالی طوسی ص577، مجلس14، حدیث1191؛ بحارالانوار ج1، ص181، باب1، حدیث71

طالب عالم جاھلوں کی نسبت مردوں کے درمیان زندہ کی طرح ہے۔

حضرت رسول خدا:صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نےعلم حاصل کرنے والوں کے لئےفرمایا:

اِذا جاءَ الْمَوْتُ لِطالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلىٰ هٰذِهِ الْحالَةِ ماتَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔ [۱]

جب تحصیل علم کے دوران کسی طالب علم کی موت آجائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عجیب وغریب حدیث نقل ہوئی ہے:

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَهُوَ كَالصَّائِمِ نَهارُهُ، الْقائِمِ لَيلُهُ، وَإنَّ باباً مِنَ الْعِلْمِ يتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَيرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يكونَ لَهُ اَبو قُبَيسٍ ذَهَباً فَاَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔ [۲]

علم حاصل کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو دن میں روزہ رکھے اور رات بھر عبادت کرے، بے شک انسان جب علم کا ایک باب حاصل کرلیتا ہے تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ ابوقبیس نامی پہاڑ کے برابر اس کو سونا مل جائے اور وہ راہ خدا میں خرچ کردے۔

نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كانَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ كانَتِ الْجَنَّةُ فِي طَلَبِهِ۔ [۳]

جو شخص علم کا طلب گار ہو تو جنت بھی اس کے طلبگار ہوتی ہے۔

توبہ کرنے والے کو اپنی حالت سنوارنے کے لئے اس سے بہتر اور کیا راستہ ہوگا کہ نیکیوں اور برائیوں کو پہچانے اور احکام الٰہی کی معرفت حاصل کرکے ان پر عمل کرے؟

درج ذیل آیہ شریفہ کے پیش نظر انسان دینی معرفت کے بغیر کیا اخلاقی حقائق پر عمل کرسکتا ہے؟

"...ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَاَصْلَحَ..."۔ [۴]

۔۔۔اور اس کے بعد توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلے۔۔۔۔

امید

امید ایک ایسی حقیقت اور حالت ہے کہ جس سے اہل ایمان خصوصاً گناہوں سے توبہ کرنے والوں کے دل میں خداوندعالم کی رحمت ومغفرت کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔

---

[۱] ترغیب وترھیب ج1،ص97

[۲] منیۃ المرید ص100، فصل2؛ بحارالانوار ج1،ص184، باب1، حدیث96

[۳] کنزالعمال ص28862

[۴] سورۂ انعام آیت54

جن لوگوں کا خدا اور آخرت پر یقین ہوتا ہے، اور اپنی استعداد کے مطابق واجبات پر عمل کرتے ہیں اور حرام چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے اندر غرور، خود پسندی اور انانیت کو جگہ نہیں دیتے، تو ان کو امید رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم روز قیامت ان پر توجہ فرمائے گا، اور ان کی مدد کرے گا، اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے گا، ان لوگوں کو خدا کی طرف سے حاصل ہوئی توفیق کے ذریعہ اس عظیم سرمایہ کے باوجود مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، اور یہ جاننا چاہئے کہ قرآن مجید نے ان کے ایمان وعمل صالح کی وجہ سے نجات کی سند دی ان کے نجات کی سند ان کے ایمان اور عمل کے ذریعہ قرآن مجید ہے۔

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں عمل صالح اور اخلاق حسنہ رکھنے والے مومنین کو بہشت اور فوز عظیم کی بشارت دی ہے اور خدا کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوسکتا۔

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"۔ [1]

بیشک جولوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور خدا بہت بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

"وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔۔۔"۔ [2]

اے پیغمبر آپ ایمان رکھنے والوں اور عمل صالح کرنے والوں کو بشارت دیدیں کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔۔۔۔

قرآن مجید میں اس طرح کی بہت سی آیات موجود ہیں، لہٰذا ان تمام مستحکم ومضبوط سندوں کے باوجود کسی مومن کے لئے رحمت خدا سے مایوس ہوجانا سزاوار نہیں ہے، اور اسی طرح قطعی طور پر دی جانے والی بشارت میں شک کرنا بھی سزاوار نہیں ہے۔

جن لوگوں کی ایک مدت عمر گناہوں میں گزری ہے، جنھوں نے اپنے واجبات پر عمل نہیں کیا ہے ان کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ان پر رحمت خدا کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے، خداوند مہربان توبہ قبول کرتا ہے، اور اس حقیقت پر یقین ہونا چاہئے کہ خداوند عالم کی قدرت بے نھایت ہے اور بندوں کے گناہ اگرچہ تمام پہاڑوں، دریاؤں اور ریگزاروں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں ان تمام کو بخش دینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

"۔۔۔لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"۔ [3]

۔۔۔رحمت خدا سے مایوس نہ ہونا، اللہ تمام گناہوں کا معاف کرنے والا ہے اور وہ یقینا بہت زیادہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 218

[2] سورۂ بقرہ آیت 25

[3] سورۂ زمر آیت 53

توبہ کرنے والے کوتوبہ کے وقت خدا کی رحمت ومغفرت کا امیدوار رہنا چاہئے، کیونکہ رحمت ومغفرت سے مایوسی قرآن مجید کے فرمان کے مطابق کفر ہے۔[1]

توبہ کرنے والے کومعلوم ہونا چاہئے کہ اس کی حالت بیمار کا طرح ہے اوراس کی بیماری کے علاج کرنے والا طبیب خدا ہے اور کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کی شفاء خدا کے یہاں نہ ہو۔

رحمت ومغفرت سے مایوسی کے معنی یہ ہیں کہ (نعوذ باللہ) خدا بیمار کا علاج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

بہرحال رحمت خدا کی امید کو ایمان وعمل اور توبہ کا ثمرہ حساب کرے کیونکہ ایمان وعمل اور بغیر توبہ کی امید رکھنا ایک شیطانی صفت ہے جس کو قرآن مجید کی زبان میں امنیہ کہا جاتا ہے۔

"يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا"۔[2]

شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اوران ہیں امیدیں دلاتا ہے اور وہ جو بھی وعدہ کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک شخص نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے نصیحت فرمایئے، تو آپ نے فرمایا:

لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُوالْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ وَيَرَجِّي التَّوْبَةَ بِطولِ الْأَمَلِ، يقولُ فِي الدُّنْيا بِقَوْلِ الزّاهِدِينَ، وَيعْمَلَ فِيهَا بِعَمَلِ الرّاغِبِينَ۔[3]

ان لوگوں میں نہ ہوجانا جوعمل کے بغیر آخرت کی امید رکھتے ہیں اور طولانی امیدوں کی بنا پرتوبہ کوٹال دیتے ہیں، دنیا میں زاہدوں جیسی باتیں کرتے ہیں اور راغبوں جیسا کام کرتے ہیں کچھ مل جاتا ہے توسیر نہیں ہوتے اور نہیں ملتا ہے تو قناعت نہیں کرتے۔

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے:

تمہاری امید رکھنے والی چیزیں ان چیزوں سے زیادہ ہوجن کی امید نہیں رکھتے، جناب موسیٰ بن عمران آگ کی چنگاری کی امید میں اپنے اہل وعیال کے پاس سے گئے، توکلیم اللہ کے مرتبہ پر فائز ہوگئے اور منصب نبوت کے ساتھ واپس پلٹے، ملکہ سبا جناب سلیمان اوران کے ملک کو دیکھنے کے لئے گئی لیکن جناب سلیمان کے ھاتھوں مسلمان ہوکر پلٹی، فرعون کے جادوگر فرعون سے عزت ومقام حاصل کرنے کے لئے گئے لیکن حقیقی مسلمان ہوکر واپس پلٹے۔[4]

---

[1] سورۂ یوسف آیت 87

[2] سورۂ نساء آیت 120

[3] نہج البلاغہ ص795، حکمت 150؛ بحار الانوار ج69، ص199، باب105، حدیث 30

[4] عن صادق عن ابائه عن علي عليهم السلام قال: كن لما لا ترجو أرجى منك لما ترجو، فان موسى بن عمران عليه السلام خرج يقتبس لا هله نارا فكلمه الله عز وجل فرجع نبيا وخرجت ملكة سبأ فأسلمت مع سليمان عليه السلام وخرج سحرة فرعون يطلبون العزة لفرعون فرجعوا مؤمنين
من لا یحضرہ الفقیہ ج۴، ص۳۹۹، حدیث ۵۸۵۴؛ بحار الانوار ج۶۸، ص۱۳۴، باب ۶۳، حدیث ۹۔

چھٹے امامؑ فرماتے ہیں:

لَا یکُونُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِناً حَتّی یکُونَ خائِفاً راجِیاً، وَلَا یکُونُ خائِفاً راجِیاً حَتّی یکُونَ عامِلاً لِما یخافُ وَیرْجُو۔ [1]

مومن اس وقت مومن بنتا ہے جبکہ خوف ورجاء (امید) کی حالت میں رہے، اورخوف ورجاء پیدا نہیں ہوتا مگر جب تک خوف وامید کے لحاظ سے عمل انجام نہ دیا جائے۔

عدالت

قرآن مجید اوراحادیث میں بیان ہونے والے اہم مسائل میں سے عدالت بھی ہے، عدل، خداوندعالم کی صفت اور انبیاء واولیاء الٰہی کے خصائص میں سے ہے۔

عادل انسان؛ محبوب خدا، اہل نجات اورزندگی کے لئے پُرنور چراغ ہوتا ہے۔

عدل، اس حقیقت کا نام ہے کہ جس کونظام کائنات کی وجہ کہا گیا ہے:

بِالْعَدْلِ قامَتِ السَّماواتُ وَالْاَرْضُ۔ [2]

عدل کے ہی ذریعہ زمین وآسمان قائم ہیں۔

قرآن مجید نے عدالت کے سلسلہ میں بہت سی آیات میں گفتگو کی ہے، اورزندگی کے ہرموڑ پرتمام انسانوں کوعدالت سے کام لینے کاحکم دیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی۔۔۔"۔ [3]

بیشک اللہ عدل، احسان اورقرابتداروں کے حقوق کی ادائیگی کاحکم دیتا ہے۔۔۔۔

" اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔۔"۔ [4]

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کوان کے اہل تک پہنچادواورجب کوئی فیصلہ کروتوانصاف کے ساتھ کرو۔۔۔۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا

---

[1] کافی ج2ص71، باب الخوف الرجاء، حدیث11؛ بحارالانوارج67، ص365، باب59، حدیث9

[2] عوالی اللئالی ج4، ص102، حدیث150

[3] سورۂ نحل آیت90

[4] سورۂ نساء آیت58

تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى۔۔۔"۔ [۱]

اے ایمان والو! خدا کے لئے قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور خبر دار کسی قوم کی عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ انصاف ترک کردو۔ انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔۔۔۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَدۡلُ ساعَةٍ خَيۡرٌ مِنۡ عِبادَةِ سَبۡعينَ سَنَةً، قِيامٌ لَيۡلُها وَ صِيامٌ نَهارُها، وَجَوۡرُ ساعَةٍ فِي حُكۡمٍ اَشَدُّ عِنۡدَ اللهِ مِنۡ مَعاصِي سِتّينَ سَنَةً۔ [۲]

ایک گھنٹہ عدالت سے کام لینا اس ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے جس میں رات بھر عبادت کی جائے اور دن کو روزہ رکھا جائے، اور ایک گھنٹہ ظلم کرنا خدا کے نزدیک ساٹھ سال کے گناہوں سے زیادہ بُرا ہے!

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنۡ طابَقَ سِرُّهُ عَلَانِيَتَهُ، وَوافَقَ فِعۡلُهُ مَقالَتَهُ، فَهُوَ الَّذِي اَدَّى الۡاَمانَةَ وَتَحَقَّقَتۡ عَدالَتُهُ۔ [۳]

جس شخص کا ظاہر و باطن ایک ہو، اور اس کے قول و عمل میں مطابقت پائی جاتی ہو، ایسا ہی شخص امانت ادا کرنے والا ہے اور اس کی عدالت ثابت ہے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

اَلۡعَدۡلُ اَساسٌ بِهِ قِوامُ الۡعالَمِ۔ [۴]

عدالت اس پایہ کا نام ہے جس پر دنیا قائم ہے۔

ایک اور جگہ ہمارے مولا وآقا نے فرمایا:

اَلۡعَدۡلُ رَأۡسُ الۡاِيمانِ، وَجِماعُ الۡاِحۡسانِ، وَاَعۡلىٰ مَراتِبِ الۡاِيمانِ۔ [۵]

عدالت سرچشمہ ایمان، جامع احسان اور ایمان کے بلند درجات میں سے ہے۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات کا خلاصہ یہ ہے: ایمان، نماز، انفاق، آخرت پر یقین، ماں باپ کے ساتھ نیکی، رشتہ داروں کے ساتھ احسان، یتیموں کے ساتھ نیک سلوک، مساکین کا خیال رکھنا، نیک گفتار اپنانا، اخلاص، صبر، مال حلال، تقویٰ، نیکی،

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت 8

[۲] جامع الاخبار ص 154، الفصل لسادس عشر؛ مشکاۃ الانوار ص 316، الفصل الخامس فی الظلم والحرام؛ بحار الانوار ج 72، ص 352، باب 81، حدیث 61

[۳] غرر الحکم ص 211، حدیث 4069

[۴] بحار الانوار ج 75، ص 83، باب 16، حدیث 87

[۵] غرر الحکم ص 446، مدح العقل، حدیث 10206؛ مستدرک الوسائل ج 11، ص 319، باب 37، حدیث 13146

غیرت، عبرت، خیر، تحصیل علم، امید اور عدالت کو اپنانا۔

یہ تمام چیزیں بہترین اعمال اور بہترین اخلاق ہیں جو معنوی زیبائیوں سے تعلق رکھتی ہیں، اور گناہوں سے توبہ کے بعد انسانی اصلاح کے بہترین اسباب ہیں۔ ان کے علاوہ نیت، نیکی، حریت، حکمت، قرض الحسنہ، محبت ومودت، انصاف، ولایت، صلح کرانا، وفائے عہد، عفو وبخشش، توکل، تواضع، صدق، خیر خواھی، الفت ومعاشرت، جھاد اکبر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، زہد، شکر، ذمہ داری، سخاوت اوران جیسی دوسری چیزیں اصلاح کے اسباب اور معنوی زیبائیوں میں سے ہیں کہ اگر گزشتہ آیات وروایات کی توضیح کے ساتھ بیان کیا جائے تو چند جلدیں کتاب ہوسکتی ہیں، لہٰذا ان چیزوں کی زیادہ تفصیل سے صرف نظر کرتے ہوتے اپنے عزیز قارئین کو مفصل کتابوں کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں جیسے تفاسیر قرآن، اصول کافی، جامع السعادات، معراج السعادۃ، محجۃ البیضاء، عرفان اسلامی (12 جلدیں تالیف موٴلف کتاب ہذا) معانی الاخبار، خصال صدوق اور مواعظ العددیہ وغیرہ۔

سیئات اور برائیاں

سیئات اور برائیاں یا گناہان کبیرہ وصغیرہ یا فحشاء ومنکر اس قدر زیادہ ہیں کہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کا بیان کرنا اس کتاب کی گنجائش سے باہر ہے۔

کتاب کے اس حصہ میں گزشتہ کی طرح کہ جہاں پر حسنات، نیکی اور معنوی زیبائیوں کی طرف بطور نمونہ توجہ دلائی ہے یہاں پر بھی نمونہ کے طور پر چند مسائل کو بیان کرتے ہیں جن کی تفصیل آپ تفصیلی کتابوں میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

معنوی زیبائیوں سے مزین ہونے اور معنوی برائیوں سے دوری اختیار کرنے سے انسان ایک کامل اور رشید موجود میں تبدیل ہوجاتا ہے اور دنیا وآخرت کی سعادت اس کے قدم چومتی ہوئی نظر آتی ہے۔

معنوی زیبائیوں کے ذریعہ رحمت حق نازل ہوتی ہے اور انسان رضوان الٰہی میں داخل ہوجاتا ہے، اسی طرح برائیوں کے انجام دینے سے خداوندعالم ناراض ہوتا ہے جس سے انسان کی شخصیت تباہ وبرباد ہوجاتی ہے، اوران ہیں کی وجہ سے انسان روز قیامت میں دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

قرآن مجید کے فرمان کے مطابق روز قیامت حسنات اور نیکیوں کا بدلہ جنت الفردوس ہوگی، اور برائیوں کے بدلے جہنم میں دردناک عذاب ہوگا، دوسرے الفاظ میں یوں کہئے کہ حسنات اور نیکیوں کے ذریعہ جنت کی عمارت تعمیر ہوتی ہے اور برائیوں کے ذریعہ جہنم کا کنواں کھودا جاتا ہے۔

آئیں اوراس عمر جیسی فرصت کو غنیمت شمار کریں اوراس اپنی زندگی میں نیکیوں سے مزین ہوں اور برائیوں سے دوری کریں تاکہ ہمیشہ کے عذاب سے محفوظ اور جنت میں خداوندعالم کے دسترخوان سے فیضیاب ہوسکیں۔

جھوٹ

جھوٹ بولنا، بہت ہی ناپسند کام اور شیطانی صفت ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں جھوٹ کو گناھان کبیرہ میں شمار کیا ہے اور جھوٹ بولنے والے کو مستحق لعنت قرار دیا ہے، اور جھوٹے اور جھٹلانے والوں کو دردناک عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے۔

قرآن مجید نے نجران کے عیسائیوں کو جھوٹوں کے عنوان سے یاد کیا اور لعنت خدا کا مستحق قرار دیا ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث وگفتگو کے لئے مدینہ میں آئے تھے، اورآخرکار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مباھلہ ہونا طے پایا۔

جی ہاں، جھوٹ کا گناہ اس قدر سنگین ہے کہ انسان کولعنت خدا کا مستحق بنا دیتا ہے۔

"...ثُمَّ نَبۡتَهِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ"۔ [1]

اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

خداوندعالم نے قرآن مجید میں جھوٹ اور جھوٹے کو منافقین کے کی صفت سے یاد کیا ہے جو کہ دو زبان رکھتے (یہاں کچھ کہتے ہیں اور منافقین کے ساتھ بیٹھ کر کچھ اور باتیں کرتے ہیں) اور خود خداوندعالم ان کی جھوٹے ہونے کی گواہی دیتا ہے:

"...وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ لَكٰذِبُوۡنَ"۔ [2]

۔۔۔اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

كَبُرَتْ خِيانَةً اَنْ تُحَدِّثَ اَخاكَ حَدِيثاً هُوَلَكَ مُصَدِّقٌ وَأَنْتَ بِهِ كاذِبٌ۔ [3]

اپنے دینی بھائی کے ساتھ سب سے بڑی خیانت اس سے جھوٹ بولنا ہے جبکہ وہ تمھیں سچا مانتا ہو۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

تَحَفَّظُوا مِنَ الْكِذْبِ، فَاِنَّهُ مِن اَدْنَى الْأَخْلاقِ قَدْراً، وَهُوَ نَوْعٌ مِنَ الْفُحْشِ وَضَرْبٌ مِنَ الدَّناءَةِ۔ [4]

اپنے کو جھوٹ سے بچاؤ کیونکہ یہ سب سے پست اخلاقی مرتبہ ہے، جھوٹ ایک بُرا عمل اور ذلت کی ایک قسم ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] سورۂ آل عمران آیت 61

[2] سورۂ منافقون آیت 1

[3] مجموعہ ورام ج1، ص114، باب الکذب؛ الترغیب ج3، ص596

[4] تحف العقول ص224؛ مشکاۃ الانوار ص180، الفصل الرابع والعشر ون فی محاسن الافعال؛ بحار الانوار ج75، ص64، باب16، حدیث 157

اَعْظَمُ الْخَطایا اللِّسانُ الْكَذُوبُ۔ [1]

زبان کی سب سے بڑی خطا جھوٹ کا اپنی حد سے گزر جانا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِذا كَذَبَ الْعَبْدُ كِذْبَةً تَباعَدَ الْمَلَكُ مِنْهُ مَسيرَةَ ميلٍ مِنْ نَتْنِ ما جاءَ بِهِ۔ [2]

جب انسان ایک جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بُری بو کی وجہ سے فرشتہ ایک میل دور ہو جاتا ہے!۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ جَعَلَ لِلشَّرِّ اَقْفالاً وَجَعَلَ مَفاتيحَ تِلْكَ الْاَقْفالِ الشَّرابَ، وَالْكِذْبُ شَرٌّ مِنَ الشَّرابِ۔ [3]

خداوند عالم نے بُرائیوں کے کچھ تالے مقرر کئے ہیں اور ان تالوں کی کنجی شراب ہے اور جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْكِذْبُ بابٌ مِنْ اَبْوابِ النِّفاقِ۔ [4]

جھوٹ، نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

تہمت

واقعاً کتنی بُری بات ہے کہ انسان کسی پاکدامن مرد یا عورت کو لوگوں کے درمیان ذلیل و رسوا کرے، کتنا بُرا عمل ہے کہ انسان کسی کے سر ایسا گناہ تھوپے جس سے اس کا دامن پاک ہو، اور کس قدر ناپسند ہے کہ انسان ہوا و ہوس اور بے ہودہ چیزوں کی بنا پر کسی محترم انسان کو ذلیل و رسوا کرے۔

کسی بے گناہ پر تہمت لگانا، اور پاکدامن انسان کو متہم کرنا بدترین کام ہے۔

"وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا"۔ [5]

اور جو شخص بھی کوئی غلطی یا گناہ کرکے دوسرے بے گناہ کے سر ڈال دیتا ہے وہ بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا ذمہ دار

---

[1] مستدرک الوسائل ج 9، ص 85، باب 120، حدیث 10283؛ محجۃ البیضاء ج 5، ص 243، کتاب آفات اللسان

[2] شرح نہج البلاغہ ج 6، ص 357، فصل فی ذم الکذب

[3] کافی ج 2، ص 338، باب الکذب، حدیث 3؛ بحار الانوار ج 69، ص 236، باب 114، حدیث 3

[4] مجموعہ ورام ج 1، ص 113، باب الکذب

[5] سورۂ نساء آیت 112

ہوتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَهَتَ مُؤْمِناً أَوْ مُؤْمِنَةً قَالَ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ أَقَامَهُ اللهُ تَعَالىٰ يَوْمَ الْقِيامَةِ عَلىٰ تَلٍّ مِنْ نَارٍ حَتّىٰ يَخْرُجَ مِمّا قَالَهُ فِيهِ۔ [1]

جوشخص کسی مومن پر تہمت لگائے یا اس کے بارے میں وہ چیز کہے جو اس میں نہ پائی جاتی ہو، تو ایسے شخص کو خداوند عالم آگ کی ایک بلندی پر کھڑا کرے گا تا کہ وہ اپنے مومن بھائی کی شان میں کہی جانے والی بات کو ثابت کرے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَنْ بَاهَتَ مُؤْمِناً أَوْ مُؤْمِنَةً بِمَا لَيْسَ فِيهِمَا، حَبَسَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيامَةِ فِي طِينَةِ خَبالٍ حَتّىٰ يَخْرُجَ مِمّا قَالَ۔ قُلْتُ: وَمَا طِينَةُ خَبالٍ؟ قَالَ: صَدِيدٌ يَخْرُجُ مِنْ فُرُوجِ الْمُومِساتِ - يَعْنِي الزَّوانِي۔ [2]

جوشخص کسی مرد مومن یا مومنہ پر تہمت لگائے اور ان کے بارے میں ایسی بات کہے جو ان میں نہ پائی جاتی ہو، تو خداوند عالم اس کو روز قیامت خَبال کی طینت میں مقید کر دے گا تا کہ وہ اپنے کہے کو ثابت کرے،

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت سے سوال کیا: طینت خَبال کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ خون اور گندگی جو زنا کرنے والوں کی شرمگاہ سے نکلتی ہے!۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْبُهْتانُ عَلَى الْبَرِيءِ أَثْقَلُ مِنَ الْجِبالِ الرّاسِياتِ۔ [3]

کسی پاکدامن مومن پر تہمت لگانا مستحکم ترین پہاڑوں سے بھی زیادہ سنگین و بھاری ہے۔

غیبت

دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا پست ترین اور بری صفت ہے۔

جو صفات انسان میں پائے جاتے ہیں لیکن وہ ان کو دوسروں کے سامنے بیان ہونے پر ناراض ہوتا ہو تو اس کو غیبت کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے تمام لوگوں کو غیبت سے منع کیا ہے، اور اس کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر شمار کیا ہے:

---

[1] عیون اخبار الرضا ج2، ص33، باب 31، حدیث 63؛ بحار الانوار ج72، ص194، باب 62، حدیث 5

[2] معانی الاخبار ص163، باب معنی طینۃ خبال، حدیث 1؛ بحار الانوار ج72، ص194، باب 62، حدیث 6

[3] خصال ج2، ص348، حدیث 21؛ بحار الانوار ج75، ص447، باب 33، حدیث 7

"۔۔۔ وَلَا يَغۡتَبۡ بَّعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ مَيۡتًا فَكَرِهۡتُمُوۡهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔۔۔"۔ [۱]

۔۔۔دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو کہ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یقیناً تم اسے بُرا سمجھو گے، تو اللہ سے ڈرو۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوذر سے فرمایا:

يا اباذَرٍّ، اِيّاكَ وَالْغيبَةَ، فَاِنَّ الْغيبَةَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنا. قُلْتُ يا رَسُولَ اللّٰهِ! وَمَا الْغيبَةُ قالَ: ذِكْرُكَ اَخاكَ بِما يَكْرَهُ. قُلْتُ: يا رَسُولَ اللّٰهِ! فَاِنْ كانَ فيهِ ذاكَ الَّذي يُذْكَرُ بِهِ؟ قالَ: اِعْلَمْ اِنَّكَ اِذا ذَكَرْتَهُ بِما لَيْسَ فيهِ بَهَتَّهُ. [۲]

اے ابوذر! غیبت سے پرہیز کرو، بے شک غیبت زنا سے بدتر ہے، میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: غیبت کیا ہے؟ تو آنحضرت نے فرمایا: اپنے دینی بھائی کی شان میں ناپسندیدہ الفاظ کہنا۔ میں نے کہا: اس کی پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جو اس میں پائی جاتی ہو؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جان لو کہ اگر اس کے بارے میں وہ چیز کہو جو اس میں نہیں پائی جاتی تو وہ تہمت ہے۔

نہ صرف یہ کہ غیبت کرنا حرام ہے بلکہ غیبت کا سننا بھی حرام اور گناہ ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَلسّامِعُ لِلْغيبَةِ كَالْمُغْتابِ. [۳]

غیبت کا سننے والا (بھی) غیبت کرنے والے کی طرح ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ اغْتيبَ عِنْدَهُ اَخُوهُ الْمُسْلِمُ فَاسْتَطاعَ نَصْرَهُ وَلَمْ يَنْصُرْهُ خَذَلَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيا وَالْآخِرَةِ. [۴]

اگر کوئی شخص کسی کے سامنے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرے اور وہ اس کا دفاع کر سکتا ہو لیکن دفاع نہ کرے تو خداوند عالم اس کو دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا کر دے گا۔

استہزاء اور مسخرہ کرنا

دوسرے لوگوں کو ذلیل کرنا اور ان کی تحقیر کرنا بہت بُرا کام اور عظیم گناہ ہے۔

---

[۱] سورۂ حجرات آیت 12

[۲] امالی شیخ طوسی ص 537، مجلس یوم الجمعۃ، حدیث 1162؛ بحار الانوار ج 74، ص 91، باب 4، حدیث 3

[۳] غرر الحکم ص 221، سامع الغیبۃ، حدیث 4443؛ تفسیر معین ص 102

[۴] من لا یحضرہ الفقیہ ج ۴، ص ۳۷۲، باب النوادر، حدیث ۵۷۶۲؛ وسائل الشیعہ ج ۱۲، ص ۲۹۱، باب ۱۵۲، حدیث ۱۱۶۳۳۲۔

کسی انسان کا مسخرہ اور اس کو ذلیل نہ کیا کرو چونکہ اس کا اولیائے خدا اور اس کے خاص بندوں میں سے ہونے کا امکان ہے۔

قرآن مجید نے شدت کے ساتھ ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور مسخرہ کرنے سے منع کیا ہے اور کسی کو ذلیل کرنے کی بھی اجازت نہیں دی ہے۔

" یاأَیھا الَّذِینَ آمَنُوا لاَیسْخَرْ قَومٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَی أَنْ یکُونُوا خَیرًا مِنْھم وَلاَنِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَی أَنْ یکُنَّ خَیرًا مِنْھُن۔۔۔"۔ [1]

ایمان والو! خبردار کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے کہ شاید وہ اس سے بہتر ہو اور عورتوں کی بھی کوئی جماعت دوسری جماعت کا مسخرہ نہ کرے شاید وہی عورتیں ان سے بہتر ہوں۔۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کا مسخرہ کرنے والوں اور مومنین کو ذلیل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الْمُسْتَھْزِئینَ یفْتَحُ لِاَحَدِھِمْ بابُ الْجَنَّةِ فَیقالُ:ھَلُمَّ، فَیجِیءُ بِکَرْبِهِ وَغَمِّهِ، فَاِذا جاءَ اُغْلِقَ دُونَهُ۔ [2]

مسخرہ کرنے والوں کے لئے جنت کا ایک دروزاہ کھولا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جنت کی طرف آگے بڑھو، جیسے ہی وہ لوگ اپنے غم وغصہ کے عالم میں بہشت کے دروازہ کی طرف بڑھیں گے تو وہ فوراً بند ہو جائے گ۔

جی ہاں، مومنین کا مسخرہ کرنے والوں کا روز قیامت مسخرہ کیا جائے گا اور مومنین کو ذلیل کرنے والوں کو ذلیل کیا جائے گا تا کہ اپنے برے اعمال کا مزہ چکھ سکیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَاتُحْقِرَنَّ اَحَداً مِنَ الْمُسْلِمِینَ، فَاِنَّ صَغِیرَھُمْ عِنْدَاللهِ کَبِیرٌ۔ [3]

کسی بھی مسلمان کا مسخرہ نہ کرو، بے شک ایک چھوٹا مسلمان بھی خدا کے نزدیک بزرگ ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

حَسْبُ ابْنِ آدَمَ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ۔ [4]

انسان کی بدی اور شر کے لئے بس یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا مذاق اڑائے۔

---

[1] سورۂ حجرات آیت 11

[2] کنز العمال ص 8328

[3] مجموعہ ورام ج1، ص31، باب الرسوم فی معاشرۃ الناس

[4] مجموعہ ورام ج2 ص121

جھوٹی قسم کھانا

بعض لوگ اپنے مادی اور خیالی مقاصد تک پہنچنے کے لئے جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور خدا کی ذات اقدس کی بے احترامی کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ"۔ [1]

خبردار خدا کو اپنے قسموں کا نشانہ نہ بناؤ کہ قسموں کو نیکی کرنے، تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے میں مانع بنادو اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام علی علیہ السلام سے فرمایا:

لَا تَحْلِفْ بِاللّٰهِ كَاذِباً وَلَا صَادِقاً مِنْ غَيْرِ ضَرُورَةٍ وَلَا تَجْعَلِ اللّٰهَ عُرْضَةً لِيَمِينِكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْحَمُ وَلَا يَرْعىٰ مَنْ حَلَفَ بِاسْمِهِ كَاذِب۔ [2]

خداوند عالم کی جھوٹی قسم نہ کھاؤ، اور ضرورت کے بغیر سچی قسم سے بھی اجتناب کرو، خداوند عالم کو اپنی قسم کا ہدف نہ بناؤ، کیونکہ جو شخص خداوند عالم کے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے خدا اس کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ عَلىٰ يَمِينٍ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ كَاذِبٌ فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ [3]

جو شخص خدا کی قسم کھائے اور جانتا ہو کہ اس کی قسم جھوٹی ہے تو گویا ایسا شخص خداوند عالم سے جنگ کے لئے آمادہ ہے۔

حرام شہوت

انسان جو کچھ بھی اپنے شکم، جنسی لذت اور خیالی لذت کے لئے چاہتا ہے اور وہ رضائے الٰہی کے خلاف ہو تو اس کو حرام شہوت کہا جاتا ہے۔

انسان کو یاد خدا، قیامت پر توجہ رکھنا چاہئے اور انجام گناہ پیش کے نظر اپنے نفس کو ہوا و ہوس اور حرام شہوتوں سے محفوظ رکھنا چاہئے کیونکہ ان چیزوں سے محفوظ رہنے کی جزا جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

---

[1] سورۂ بقرہ آیت 224

[2] تحف العقول ص13؛ بحار الانوار ج74، ص68، باب 3، حدیث 6

[3] کافی ج7، ص435، باب الیمین الکاذبۃ، حدیث 1؛ بحار الانوار ج101، ص209، باب 1، حدیث 15

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"۔ [1]

اورجس نے اپنے رب کی بارگاہ میں حاضری کا خوف پیدا کیا ہے اوراپنے نفس کوخواہشات سے روکا ہے۔تو جنت اس کا ٹھکانااورمرکز ہے۔

پیغمبرا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

طوبیٰ لِمَنْ تَرَكَ شَهْوَةً حَاضِرَةً لِمَوْعِدٍ لَمْ يَرَهُ۔ [2]

خوش نصیب ہے وہ شخص جوموجودہ لذت کونہ دیکھے ہوتے وعدہ (جنت) کی وجہ سے ترک کردے!

نیزآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

ثَلاثٌ اَخافُهُنَّ بَعْدِي عَلٰى اُمَّتِي:الضَّلالَةُ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ، وَمَضَلّاتُ الْفِتَنِ، وَشَهْوَةُ الْبَطْنِ وَالْفَرْجِ۔ [3]

میں اپنے بعد اپنی امت کے لئے تین چیزوں سے ڈرتا ہوں:معرفت کے بعد گمراہی،گمراہ کرنے والے فتنے،اورشکم و جنسی شھوات۔

حضرت علی علیہ السلام کاارشاد ہے:

عَبْدُ الشَّهْوَةِ اَذَلُّ مِنْ عَبْدِ الرِّقِّ۔ [4]

شہوت کی غلامی،دوسروں کی غلامی سے زیادہ ذلیل ورسوا کرنے والی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَقُّ ثَقيلٌ مَرٌّ،وَالْباطِلُ خَفيفٌ حُلْوٌ،وَرُبَّ شَهْوَةِ ساعَةٍ تُورِثُ حُزْناً طَوِيلاً۔ [5]

حق ثقیل اورکڑوا ہےاور باطل سبک اورشیرین ہے،بعض اوقات ایک گھڑی کی شہوت سے بہت زیادہ حزن وملال پیدا ہوجاتا ہے۔

نیزآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

مَنْ عَرَضَتْ لَهُ فاحِشَةٌ اَوْ شَهْوَةٌ فَاجْتَنَبَها مِنْ مَخافَةِ اللهِ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ النّارَ، وَآمَنَهُ مِنَ

---

[1] سورۂ نازعات آیت 40-41

[2] خصال ج1،ص2حدیث2؛امالی مفیدص51،مجلس6،حدیث11؛وسائل الشیعہ ج15،ص210،باب9،حدیث20299

[3] کافی ج2،ص79،باب العفۃ،حدیث6؛وسائل الشیعہ ج15،ص249،باب22،حدیث20417

[4] غررالحکم ص304،فی الشھوات ذل ورق،حدیث6965

[5] مکارم الاخلاق ص465،الفصل الخامس؛بحارالانوار ج74،ص84،باب4،حدیث3

الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ۔ [1]

جس شخص کے لئے گناہ یا لذت کا راستہ ہموار ہو لیکن وہ خوف خدا کی بنا پر اس سے پرہیز کرے تو خداوند عالم اس پر آتش جہنم کو حرام کر دیتا ہے، اور روز قیامت کے عظیم خوف و وحشت سے امان عطا کر دیتا ہے۔

ظلم وستم

ظلم وستم اور حقوق الناس پر تجاوز کرنا، دوسروں کو اپنے حقوق تک پہنچنے میں مانع ہونا، یا مومنین کے دلوں میں ناحق اعمال اور بری باتوں کا ڈالنا، قانون شکنی، بدعت گزاری، حقوق کا پامال کرنا، بدمعاشی کرنا وغیرہ یہ سب ظلم وستم کے مصادیق ہیں۔

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں کو ہدایت کے قابل نہیں سمجھا ہے۔

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ یُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"۔ [2]

اور اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو خدا پر جھوٹا الزام لگائے جب کہ اسے اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور اللہ کبھی ظالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

قرآن مجید نے ظلم وستم کو ہلاکت و نابودی کا سبب قرار دیا ہے، اور ظلم وستم کرنے والے معاشرہ کو بلاء و حوادث کا مستحق قرار دیا ہے۔

"وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ"۔ [3]

اور جب ہمارے نمائندہ فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے اور انھوں نے یہ خبر سنائی کہ ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس بستی کے لوگ بڑے ظالم ہیں۔

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں کو شفاعت سے محروم قرار دیا ہے اور یہ لوگ قیامت میں بے کسی اور تنہائی کے عالم میں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے:

"وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ"۔ [4]

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ ج4،ص13، باب ذکر جمل من مناھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 4968؛ بحارالانوار ج67، ص378، باب 59، حدیث 25

[2] سورۂ صف آیت 7

[3] سورۂ عنکبوت آیت 31

[4] سورۂ غافر آیت 18

اور پیغمبران ہیں آنے والے دن کے عذاب سے ڈرایئے جب دم گھٹ گھٹ کر دل منہ کے قریب آجائیں گے اور ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا جس کی بات سن لی جائے۔

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے مستحق عذاب قرار دیا ہے اوران کے تابع افراد کے لئے آتش جہنم میں جگہ معین کی ہے:

"...وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡاٰزِفَةِ اِذِ الۡقُلُوۡبُ لَدَى الۡحَنَاجِرِ كٰظِمِيۡنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّلَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ"۔ [1]

"اور پیغمبر انہیں آنے والے دن کے عذاب سے ڈرایئے جب دم گھٹ گھٹ کر دل منہ کے قریب اا‌ئا ئیں گے اور ظالمین کے لئے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفاعت کرنے والا جس کی بات سن لی جائے"

قرآن مجید نے ظلم وستم کرنے والوں ہمیشہ کے لئے مستحق عذاب قرار دیا ہے اوران کے تابع افراد کے لئے آتش جہنم مین جگہ معین کی ہے:

اِنَّ الۡخٰسِرِيۡنَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَاَهۡلِيۡهِمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ فِىۡ عَذَابٍ مُّقِيۡمٍ ۝٤٥

"گھاٹے والے وہی افراد ہیں جنھوں نے اپنے نفس اور اہل کو قیامت کے دن گھاٹے میں مبتلا کر دیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ ظالموں کو بہر حال دائمی عذاب میں رہنا پڑے گا"۔

آخر کار قرآن مجید نے یہ اعلان کیا ہے کہ خداوند عالم ظالمین کو دوست نہیں رکھتا، اور یہ بات معلوم ہے کہ جس گروہ سے خداوند عالم محبت نہ کرتا ہو تو ایسے لوگ دنیا وآخرت کی بلاؤں میں گرفتار ہوتے ہیں!

"...اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيۡنَ"۔ [2]

۔۔۔وہ یقیناً ظالموں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلى الله عليه وآله وسلم کا ارشاد ہے:

بَينَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ سَبْعُ عِقابٍ اَهْوَنُهَا الْمَوْتُ۔وَقالَ اَنَسٌ:قُلْتُ:يا رَسولَ اللهِ !فَمَا اَصْعَبُها؟ قالَ:الْوُقوفُ بَينَ يدَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ تَعَلَّقَ الْمَظْلُومونَ بِالظّالِمينَ۔ [3]

جنت وجہنم کے درمیان سات خطرناک مقام ہیں، جن میں سب سے آسان تر موت کا وقت ہے، انس کہتے ہیں: میں

---

[1] سورۂ شوریٰ آیت 45

[2] سورۂ شوریٰ آیت 40

[3] کنز العمال ص 8862

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ان میں سے سخت ترین کونسا مقام ہے؟ تو آنحضرت نے فرمایا: بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونا کہ جب مظلومین، ظالموں سے اپنے حق لینے کے لئے قیام کریں گے۔

ایک حدیث قدسی میں بیان ہوا ہے:

اِشْتَدَّ غَضَبِی عَلیٰ مَنْ ظَلَمَ مَنْ لَا یَجِدُ نَاصِراً غَیْرِی۔ [1]

میرا غیظ وغضب اس ظالم کی نسبت شدید تر ہے جو ایسے شخص پر ظلم وستم کرے جس کا میرے علاوہ کوئی ناصر ومددگار نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَاِنَّہُ ظُلُمَاتُ یَوْمَ الْقِیامَۃِ۔ [2]

ظلم وستم سے پرہیز کرو کیونکہ روز قیامت، ظلم وستم کی تاریکی اور ظلمت نمایاں ہوگی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْعامِلُ بِالظُّلْمِ وَالْمُعِینُ عَلَیْہِ وَالرَّاضِی بِہِ شُرَکاءُ ثَلاثَۃ۔ [3]

ظلم کرنے والا، ظالم کی مدد کرنے والا اور ظلم پر راضی رہنے والا؛ ہر ایک ظلم میں شریک ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاللّٰہِ لَوْ اُعْطِیتُ الْاَقالِیمَ السَّبْعَۃَ بِما تَحْتَ اَفْلاکِہا عَلیٰ اَنْ اَعْصِیَ اللّٰہَ فِی نَمْلَۃٍ اَسْلُبُہا جُلْبَ شَعِیرَۃٍ ما فَعَلْتُہُ۔ [4]

خدا کی قسم، اگر ساتوں اقلیم اور جو کچھ افلاک کے نیچے ہے وہ سب مجھے دیا جائے تاکہ ایک چیونٹی کے منہ میں موجود چھلکا چھین لوں تو میں اس ظلم کا مرتکب نہیں ہوں گا!۔

غیظ وغضب

بلا وجہ غیظ وغضب سے کام لینا، بے جا غصہ ہونا یا اہل وعیال اور رشتہ داروں کی غلطی کی بنا پر یا دینی بھائیوں کی غفلت و جہالت کی وجہ سے غیظ وغضب اختیار کرنا واقعاً ایک شیطانی حالت، ابلیسی منصوبہ اور ناپسند عمل ہے۔

لہٰذا غیظ وغضب اور غصہ سے پرہیز کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم وضروری ہے، کیونکہ انسان غیظ وغضب کے عالم میں بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوجاتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسے اعمال کا مرتکب ہوجائے جس کی تلافی ناممکن اور محال ہو۔

---

[1] امالی طوسی ص405، مجلس14، حدیث908؛ وسائل الشیعہ ج16، ص50، باب77، حدیث20955؛ بحارالانوار ج72، ص311، باب79، حدیث12

[2] کافی ج2، ص332، باب الظلم، حدیث10؛ بحارالانوار ج72، ص330، حدیث63۔ باب79

[3] خصال ج1، ص107، حدیث72؛ تحف العقول ص216؛ بحارالانوار ج72، ص312، باب79، حدیث16

[4] نہج البلاغہ ص494، خطبہ215؛ مستدرک الوسائل ج13، ص211، باب77، حدیث15140

غیظ وغضب کو پی لینا اور لوگوں کے ساتھ عفو وبخشش سے کام لینا، ان کے ساتھ نیکی کرنا تقویٰ کی نشانی ہے جس سے خداوند عالم کے نزدیک محبوبیت پیدا ہوتی ہے۔

"۔۔۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ"۔ [۱]

۔۔۔اور یہ لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا غَضِبَ أَحَدُكُمْ وَهُوَ قَائِمٌ فَلْيَجْلِسْ، فَإِنْ ذَهَبَ عَنْهُ الْغَضَبُ وَإِلَّا فَلْيَضْطَجِعْ۔ [۲]

جب تم میں سے کوئی شخص غصہ ہوجائے تو اگر وہ کھڑا ہوا ہے تو بیٹھ جائے، اور اگر بیٹھنے کی حالت میں غصہ ختم ہوجائے تو کیا کہنا ورنہ تو پہلو کے بل لیٹ جائے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین علیہ السلام سے سفارش فرماتے ہیں:

لَا تَغْضَبْ فَإِذَا غَضِبْتَ فَاقْعُدْ، وَ تَفَكَّرْ فِي قُدْرَةِ الرَّبِّ عَلَى الْعِبادِ وَحِلْمِهِ عَنْهُمْ وَإِذَا قِيلَ لَكَ، اتَّقِ اللهَ فَانْبِذْ غَضَبَكَ، وَارْجِعْ حِلْمَكَ۔ [۳]

تم لوگ غصہ نہ کیا کرو، اگر غصہ ہو گئے تو بیٹھ جاؤ، اور بندوں کی نسبت خدا کی قدرت اس کے حلم کے بارے میں غور وفکر کرو، اور اگر اس حال میں تم سے کہا جائے: خدا کا لحاظ رکھو، تو تمہارا غیظ وغضب ختم ہوجائے، اور حلم وبردباری کی طرف پلٹ جاؤ۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

إِيَّاكَ وَالْغَضَبَ، فَأَوَّلُهُ جُنونٌ، وَآخِرُهُ نَدَمٌ۔ [۴]

غیظ وغضب اور غصہ سے پرہیز کرو کیونکہ اس کی ابتداء دیوانہ پن اور انجام پشیمانی ہوتی ہے۔

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ كَظَمَ غَيظاً وَهُوَ يَقْدِرُ عَلىٰ إِمْضائِهِ حَشَا اللهُ قَلْبَهُ أَمْناً وَإِيمان۔ [۵]

جو شخص غیظ وغضب اور غصہ پر قابو پالے جب کہ غیظ وغضب سے کام لینے پر قدرت رکھتا تو خداوند عالم اس کے دل کو

---

[۱] سورۂ آل عمران آیت 134

[۲] الترغیب ج3، ص450

[۳] تحف العقول ص13؛ بحار الانوار ج74، ص68، باب3، حدیث6

[۴] غرر الحکم ص303، آثار أخری للغضب، حدیث 6898؛ مستدرک الوسائل ج12، ص12، باب53، حدیث 13376

[۵] کافی ج2، ص110، باب کظم الغیظ، حدیث7؛ بحار الانوار ج68، ص410، باب93، حدیث24

امن وایمان سے بھر دیتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْغَضَبُ مِفْتاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ [1]

غیظ وغضب اور غصہ ہر فساد کی جڑ ہے۔

بغض وکینہ

بغض وکینہ رکھنا اور کسی سے شرعی دلیل کے بغیر دشمنی کرنا، ممنوع اور حرام ہے۔

بغض وکینہ رکھنے والا اپنے کینہ کو ختم کرنے کے لئے مجبور ہے کہ ظلم وستم کا سہارا لے اور بعض گناہوں کو انجام دے۔

کینہ رکھنے والا دوسروں پر مہربانی نہیں کرتا، اسی وجہ سے قرآن مجید کی آیات اور احادیث معصومین علیہم السلام کی رو سے ایسا شخص دنیا و آخرت میں خدا کی رحمت اور اس کے لطف سے محروم رہتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْحِقْدُ أَلْأَمُ الْعُیوبِ۔ [2]

بغض وکینہ، ہر برائی کی جڑ ہے۔

نیز امامؑ ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْحِقْدُ مِنْ طَبایِعِ الْاَشْرارِ۔ [3]

بغض وکینہ، شریر لوگوں کی فطرت ہوتی ہے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

اَلْحِقْدُ نارٌ کامِنَةٌ لا یطْفیها اِلّا مَوْتٌ اَوْ ظَفَرٌ۔ [4]

بغض وکینہ ایک ایسی مخفی آگ ہے جو مرنے سے پہلے یا مدّمقابل پر کامیابی کے بغیر خاموش نہیں ہوتی۔

نیز یہ کلام بھی آپ سے منقول ہے:

اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَیرِكَ بِقَلْعِهِ مِنْ صَدْرِكَ۔ [5]

---

[1] کافی ج2، ص303، باب الغضب، حدیث3؛ خصال ج1، ص7؛ حدیث22، بحارالانوار ج70، ص266، باب132، حدیث17

[2] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6763

[3] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6767

[4] غررالحکم ص299، ذم الحقد، حدیث6766

[5] نہج البلاغہ ص801، حکمت178؛ غررالحکم ص106، فی النہی عن الشر، حدیث1911

بغض وکینہ کو اپنے سینہ سے نکال کر دوسروں کے دلوں سے بھی ختم کر دو۔

امامؑ نے ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

سَبَبُ الْفِتَنِ الْحِقْدُ۔ [1]

بغض وکینہ، فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔

نیز امامؑ نے فرمایا:

مَنِ اطَّرَحَ الْحِقْدَ اسْتَرَاحَ قَلْبُهُ وَلُبُّهُ۔ [2]

جو شخص بغض وکینہ کو اپنے دل سے نکال پھینکے تو اس کے دل ودماغ کو سکون ملتا ہے۔

ایک دوسری جگہ امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

لَيْسَ لِحَقُودٍ اِخْوَةٌ۔ [3]

کینہ کرنے والے کے لئے کوئی اخوت (بھائی چارگی) نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں نے جو مصائب آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر ڈھائے، اور جتنے فتنہ وفساد برپا ہوتے اور دین ودنیا میں جو انحرافات ایجاد ہوتے کہ جن کی تلافی قیامت تک محال ہے، ان کی وجہ حاسدوں کے دل میں بغض وحسد تھا۔

بخل

بخل اس حالت کا نام ہے جو انسان کو مال، مقام اور عزت کو راہ خدا میں خرچ کرنے سے مانع ہوتی ہے، انسان کو مشکلات میں گرفتار اور دردمندوں اور کمزوں کی مدد کرنے سے روکنے والی حالت کو بخل کہتے ہیں۔

بخل شیطانی حالت، ابلیسی اخلاق، ناپاک، شریر اور حاسدوں کے اوصاف میں سے ہے۔

بخل اور بخل کرنے والوں کی قرآن مجید نے شدت کے ساتھ مذمت کی ہے، اور روز قیامت بخل کرنے والوں پر دردناک عذاب کی خبر دی ہے۔

" وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَشَرٌّ لَّهُمْ ؕ

---

[1] غرر الحکم ص299، بغض آثا الحقد، حدیث 6781

[2] غرر الحکم ص299، ذم الحقد، حدیث 6774

[3] غرر الحکم ص419، جملۃ من علائم شر الاخوان، حدیث 9602

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔۔۔"۔ [۱]

اورخبردار جولوگ خدا کے دیئے ہوتے مال میں بخل کرتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ سوچنا کہ اس بخل میں کچھ بھلائی ہے۔ یہ بہت بُرا ہے اورعنقریب جس مال میں بخل کیا ہے وہ روز قیامت ان کی گردن میں طوق بنادیا جائے گا۔۔۔۔

"۔۔۔وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۙ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ؕ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ"۔ [۲]

۔۔۔اور جولوگ سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، اے پیغمبر آپ ان ہیں دردناک عذاب کی بشارت دیدیں۔جس دن وہ سونا چاندی آتش جہنم میں تپایا جائے گا اوراس سے ان کی پیشانیوں اوران کے پہلوؤں اور پشت کوداغا جائے گا کہ یہی وہ ذخیرہ جوتم نے اپنے لئے جمع کیا تھا اب اپنے خزانوں اورذخیروں کا مزہ چکھو۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَقَلُّ النّاسِ راحَۃً الْبَخِیلُ۔ [۳]

لوگوں کے درمیان بخیل سب زیادہ پریشان رہتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

اَلْبُخْلُ جامِعٌ لِمَساوِیءِ الْعُیوبِ، وَھُوَ زِمامٌ یقادُبِہٖ اِلیٰ کُلِّ سُوءٍ۔ [۴]

بخل کی وجہ سے تمام بُرائیاں جمع ہوجاتی ہیں، یہی وہ لگام ہے جس کے ذریعہ انسان کو ہر بُرائی کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْبَخِیلُ مَنْ بَخِلَ بِمَا افْتَرَضَ اللّٰہُ عَلَیہِ۔ [۵]

بخیل وہ شخص ہے جوخدا کے واجب کردہ اعمال کوانجام دینے میں بخل سے کام لے۔

---

[۱] سورۂ آل عمران آیت 180

[۲] سورۂ توبہ آیت 34-35

[۳] امالی صدوق ص20، مجلس 6، حدیث 4؛ بحارالانوار ج70، ص300، باب 136، حدیث 2

[۴] نہج البلاغہ ص868، حکمت 378؛ بحارالانوار ج70، ص307، باب 136، حدیث 36

[۵] کافی ج4، ص45، باب البخل والشح، حدیث 4؛ بحارالانوار ج93، ص16، باب 1، حدیث 36

احتکار (ذخیرہ اندوزی)

احتکار یعنی لوگوں کی ضروری چیزوں مخصوصاً غذائی سامان کو مہنگا بیچنے کی غرض سے جمع کرنا، یہ واقعاً ایک ظلم ہے خصوصاً معاشرہ کے غریب اور کمزور لوگوں پر بہت بڑا ستم ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والا اپنی بے رحمی کی بنا پر اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں رحمت خدا سے محروم کر لیتا ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذریعہ حاصل کئے ہوتے مال کا بیچنا حرام اور ایسے پیسے کا کھانا قرآن مجید کی لحاظ سے قابل مذمت ہے۔

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کے ذریعہ حاصل کئے ہوتے ناجائز مال کے سلسلہ میں قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا"۔ [1]

اور جو ایسا اقدام حدود سے تجاوز اور ظلم کے عنوان سے کرے گا ہم عنقریب اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور اللہ کے لئے یہ کام بہت آسان ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ جَمَعَ طَعاماً يَتَرَبَّصُ بِهِ الْغَلاءَ اَرْبَعِينَ يَوماً فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللهِ وَبَرِئَ اللهُ مِنْهُ۔ [2]

جو شخص بازاری اجناس کو مہنگی ہونے کے لئے چالیس دن تک احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے تو ایسا شخص خدا سے بیزار اور خدا بھی اس سے بیزار ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنِ احْتَكَرَ طَعاماً اَرْبَعِينَ يَوماً وَ تَصَدَّقَ بِهِ لَمْ يقْبَلْ مِنْهُ۔ [3]

جو شخص لوگوں کے کھانے پینے کی چیزوں کو چالیس دن تک احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرے اور پھر رہ خدا میں اس کو صدقہ دے دے، تو اس کا صدقہ قبول نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

بِئْسَ الْعَبْدُ الْمُحْتَكِرُ اِنْ اَرْخَصَ اللهُ الْاِسْعارَ حَزِنَ، وَاِنْ اَغْلاَهَا اللهُ فَرِحَ۔ [4]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والا بُرا آدمی ہے، اگر خداوند عالم اس مال کی قیمت کو کم کر دے تو غمگین ہو جاتا ہے اور

---

[1] سورۂ نساء آیت 30

[2] طب النبی ص 22؛ بحار الانوار ج 59، ص 292، باب 89

[3] کنز العمال ص 9720

[4] کنز العمال ص 9715

اگر مہنگا کر دے تو خوش ہو جاتا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

يُحْشَرُ الْحَكَّارُونَ وَقَتَلَةُ الْاَنْفُسِ اِلٰى جَهَنَّمَ فِي دَرَجَةٍ۔ [1]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنے والے اور لوگوں کا قتل کرنے والے، جہنم کے ایک درجہ میں رہیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلْاِحْتِكَارُ شِيَمُ الْاَشْرَارِ۔ [2]

احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرنا اشرار اور برے لوگوں کی عادت ہے۔

حبّ دنیا

دنیا کو معقول اور جائز حد تک چاہنا تا کہ انسان ایک پاک وسالم زندگی گزار سکے، تو یہ ایک پسندیدہ امر ہے۔

لیکن اگر انسان میں دنیا کی محبت حرص ولالچ اور ہوا وہوس کی بنا پر ہو اور انسان ہر طریقہ سے مال حاصل کرے، حرام طریقہ سے لذت کی آگ بجھائے تو ایسی دنیا کی محبت نامعقول اور نامشروع ہے جس سے انسان کی آخرت تباہ وبرباد ہو جاتی ہے اور ہمیشہ کے لئے لعنت وعذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔

اگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں دنیا یا دنیا کی محبت کو مذمت کی ہے تو اس سے ناجائز اور نامشروع کاموں کے ذریعہ مال جمع کرنا اور حرام طریقہ سے جسمانی لذت حاصل کرنا مراد ہے، جو واقعاً ظلم وستم اور خیانت ہے۔

قرآن مجید میں دنیا کے بارے میں اس طرح کے مضامین بیان ہوتے ہیں کہ دنیا متاع غرور ہے، دنیاوی زندگی لھو لعب کے علاوہ کچھ نہیں ہے، دنیا کا مال قلیل ہے، دنیاوی زندگی کی زینت قابل توجہ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ، یہ تمام چیزیں اس وقت کے لئے ہیں جب دنیا کی محبت حرص ولالچ اور جہل وغفلت کی بنا پر ہو۔

جی ہاں، دنیا کے چاہنے والے اور دنیا کے عاشق اس دنیا کے لالچ میں اپنی آخرت کو خراب کر لیتے ہیں، اور خدا کا قہر و غضب اور اس کی نفرت خرید لیتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے رضائے الٰہی اور جنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

انسان کا دل، عرش خدا اور حرم الٰہی ہوتا ہے اس کو دنیا کی محبت سے آلودہ ہونے سے محفوظ کیا جائے، کہ یہ محبت طمع ولالچ کا ثمرہ ہے۔

قرآن مجید اور احادیث معصومین علیہم السلام میں بیان شدہ صورت میں ہی دنیا سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

---

[1] کنز العمال ص9739

[2] تفسیر معین ص83

جائز طریقہ سے مال ودولت جمع کی جائے، اس کو زندگی سنوارنے اور راہ خدا میں خرچ کیا جائے۔

چنانچہ دنیا سے ایسا تعلق رکھنا، خداوند عالم پسند کرتا ہے جس سے انسان کی آخرت آباد ہوتی ہے، لیکن دنیا سے نامعقول محبت انسان کے لئے دنیا وآخرت میں ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّہُ ما سَکَنَ حُبُّ الدُّنیا قَلْبَ عَبْدٍ اِلّا الْتاطَ فِیھا بِثَلاثٍ:شُغْلٍ لَا ینْفَدُ عناؤُہُ وَ فَقْرٍ لَا یدْرَکُ غِناہُ، وَاَمَلٍ لَا ینالُ مُنْتَھاہُ۔ [۱]

جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے وہ تین چیزوں میں مبتلا ہوجاتا ہے: ایسا کام جس کا رنج ختم نہ ہوتا ھو، ایسی غربت جو کبھی ختم نہ ہو، اور ایسی آرزو جو کبھی پوری نہ ہو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حَرامٌ عَلیٰ کُلِّ قَلْبٍ یحِبُّ الدُّنْیا اَنْ یفارِقَہُ الطَّمَعُ۔ [۲]

جس دل میں دنیا کا عشق پیدا ہوجائے تو اس سے لالچ کبھی دور نہیں ہوسکت۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیا جَمَعَ لِغَیرِہِ۔ [۳]

دنیا کا عاشق دوسروں کے لئے مال ودولت جمع کرتا ہے۔

کیونکہ دنیا کے عشق کی وجہ سے وہ خرچ بھی نہیں کرتا، اور انسان کا کام صرف مال جمع کرنا، اور اس کو دوسروں کے لئے چھوڑ کر مرجانا ہے!

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَمَنْ اَحَبَّھا اَوْرَثَتْہُ الْکِبْرَ، وَمَنِ اسْتَحْسَنَھا اَوْرَثَتْہُ الْحِرْصَ، وَمَنْ طَلَبَھا اَوْرَدَتْہُ الطَّمَعَ، وَمَنْ مَدَحَھا اَکْبَتْہُ الرِّیاءُ، وَمَنْ اَرادَھا مَکَّنَتْہُ مِنَ الْعُجْبِ، وَمَنِ اطْمَأَنَّ اِلَیھا رَکَّبَتْہُ الْغَفْلَۃَ۔ [۴]

دنیا کا عاشق ہونے والا شخص غرور وتکبر کا شکار ہوجاتا ہے، اور دنیا کو اچھا ماننے والا لالچ کا شکار ہوجاتا ہے، اور جو شخص دنیا کا طالب ہوجائے وہ طمع کا شکار ہوجاتا ہے، اور جس نے دنیا کی مدح کی وہ ریا کاری کا شکار ہوجاتا ہے، اور جو شخص دنیا سے محبت

---

[۱] أعلام الدین ص345، حدیث38؛ بحارالانوار ج74، ص190، باب7، حدیث38

[۲] مجموعہ ورام ج2، ص121

[۳] بحارالانوار ج75، ص11، تتمہ باب15، حدیث70

[۴] مصباح الشریعۃ ص139، الباب الخامس والستون فی صفت الدنیا؛ بحارالانوار ج70، ص105، باب122، حدیث101

کرے تو وہ خود پسندی کا شکار ہوجاتا ہے، اور جو شخص اس سے مطمئن ہوجائے وہ غفلت کا شکار ہوجاتا ہے۔

خیانت

لفظ خیانت، امانت کے مقابل اور خائن امین کے مقابلہ میں ہے، لہٰذا جو شخص امانات الٰہی اور دوسرے لوگوں کی امانتوں میں ناجائز تصرف کرے نیز اگر کوئی شخص کسی کو امین سمجھتا ہو اور وہ اس کے ساتھ خیانت کرے تو ایسے شخص کو خائن کہا جاتا ہے۔

خیانت بہت ہی ناپسند کام اور شیطانی صفت ہے نیز خیانت، بے دین اور کمزور عقائد رکھنے والوں کی خصوصیت ہے۔

قرآن کریم کی آیات میں خیانت کے بارے میں اشارہ ملتا ہے مثلاً: آنکھوں کی خیانت (نامحرم کو دیکھنا) خود اپنے ذات کے ساتھ خیانت کرنا، (اپنی انسانی شخصیت کو خراب کرنا، اور آخرت کو تباہ و برباد کرنا)، امانت میں خیانت (چاہے الٰہی امانات ہوں جیسے اعضاء و جوارح اور دل و جان کی استعداد اور قابلیت، یا دوسروں کے مال اور اسرار میں خیانت ہو) کاروباری مسائل میں خیانت وغیرہ، نیز قرآن مجید میں اعلان ہوا ہے کہ خداوند عالم خیانت کرنے والے اور ناشکرا انسان کو دوست نہیں رکھتا۔

"وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ". [1]

اور اگر کسی قوم سے کسی خیانت یا بدعہدی کا خطرہ ہے تو آپ بھی ان کے عہد کی طرف پھینک دیں کہ اللہ خیانت کاروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

خداوند عالم چونکہ خیانت سے بہت زیادہ نفرت کرتا ہے اسی وجہ سے مومنین کو خدا اور رسول اور امانات میں خیانت سے سخت منع فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ". [2]

ایمان والو! خدا اور رسول اور اپنی امانتوں کے بارے میں خیانت نہ کرو جب کہ تم جانتے بھی ہو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَيسَ مِنّا مَنْ خَانَ مُسْلِماً فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ. [3]

جو شخص کسی مسلمان کے مال یا اس کے اہل و عیال کے ساتھ خیانت کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِفْشَاءُ سِرِّ أَخِيكَ خِيَانَةٌ، فَاجْتَنِبْ ذٰلِكَ. [4]

---

[1] سورۂ انفال آیت 58

[2] سورۂ انفال آیت 27

[3] اختصاص، ص 248؛ بحار الانوار ج 72، ص 172، باب 58، حدیث 13

[4] مکارم الاخلاق ص 470، الفصل الخامس؛ بحار الانوار ج 74، ص 90، باب 4، حدیث 3؛ مستدرک الوسائل ج 8، ص 398، باب 59، حدیث 9790

کسی مسلمان برادر کے راز کو فاش کرنا خیانت ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرو۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

لَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ فَتَكُنْ مِثْلَهُ۔ [1]

جس شخص نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو، کیونکہ اگر تم نے خیانت کی تو تم بھی اسی کی طرح ہوجاؤ گے۔

نیز آپ ہی کا فرمان ہے:

چار چیزیں جس گھر میں بھی پائی جائیں وہ تباہ و برباد ہوجاتا ہے:

خیانت، چوری، شرابخوری اور زنا۔ [2]

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْمَكْرُ وَالْخَدِيعَةُ وَالْخِيَانَةُ فِي النَّارِ۔ [3]

فریب کاری (کرنے والا)، دھوکہ (دینے والا) اور خیانت (کرنے والا) آتش جہنم میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْخِيَانَةُ دَلِيلٌ عَلىٰ قِلَّةِ الْوَرَعِ وَعَدَمِ الدِّيَانَةِ۔ [4]

خیانت کرنا، تقویٰ کی قلت اور دیانت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

يُجْبَلُ الْمُؤْمِنُ عَلىٰ كُلِّ طَبِيعَةٍ إِلَّا الْخِيَانَةَ وَالْكِذْبَ۔ [5]

مومن ہر فطرت پر پیدا ہوسکتا ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے۔

شرابخوری

اسلامی تعلیمات کے پیش نظر شراب بنانے والا اور شراب خوری کی بنیاد ڈالنے والا ابلیس ہوتا ہے۔

---

[1] جعفریات ص188، باب فی المعروف والصدقہ؛ مستدرک الوسائل ج15 ص183، باب71، حدیث 17941

[2] عن الصادق جعفر بن محمد عن ابيه عن ابائه عليهم السلام قال: قال رسول الله ﷺ: اربع لاتدخل بيتا واحدة منهن الاخرب ولم يعمر بالبركة. الخيانة والسرقة وشرب الخمر والزناء

[3] ثواب الاعمال ص271؛ جعفریات ص171، باب المکر والخیانۃ؛ مستدرک الوسائل ج9، ص80، باب119، حدیث 10265

[4] غرر الحکم ص460، الخیانۃ، حدیث 10521؛ تفسیر معین ص96

[5] اختصاص ص231؛ بحار الانوار ج72، ص172، باب58، حدیث 11

ہم نہیں سمجھتے کہ شراب خوری کا ضرر اور نقصان کسی پر مخفی ہو یہاں تک کہ شراب پینے والے پر بھی مخفی نہیں ہے۔

شراب اور ہر مست کرنے والی چیز انسانی عقل وقدرت تفکر پر ایک کاری ضرب لگاتی ہے، اور آہستہ آہستہ انسان نابود ہوجاتا ہے۔

خداوند عالم کی ہر نعمت جو بدن کو خدا کی عبادت اور بندگان خدا کی خدمت کے لئے عطا کی گئی ہے اس قدرت کو شراب یا دوسری مست کرنے والی چیز کے ذریعہ نابود کرنا بہت ہی ناپسند کام اور گناہ عظیم ہے۔

شراب بنانے کے لئے انگور، خرمہ اور دوسری چیزوں کو بیچنا حرام ہے اور ایک ناپسند امر ہے اور یہ خداوند عالم اور انسانیت کے ساتھ مقابلہ ہے۔

شراب بنانا، ادھر ادھر لے جانا، بیچنے میں واسطہ بننا، شراب کے کارخانہ میں کام کرنا اور شراب پینا یہ تمام چیزیں حرام اور موجب غضب الٰہی ہیں اور روز قیامت دردناک عذاب کا باعث ہیں۔

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ"۔ [1]

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت، پانسہ یہ سب گندے شیطانی اعمال ہیں لہٰذا ان سے پرہیز کرو تاکہ کامیابی حاصل کر سکو۔ شیطان تو بس یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے بارے میں تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کردے اور تمہیں یادِ خدا اور نماز سے روک دے تو کیا تم واقعاً رک جاؤ گے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

شَارِبُ الْخَمْرِ لَا تُصَدِّقُوهُ إِذَا حَدَّثَ، وَلَا تُزَوِّجُوهُ إِذَا خَطَبَ، وَلَا تَعُودُوهُ إِذَا مَرِضَ وَلَا تَحْضُرُوهُ إِذَا مَاتَ، وَلَا تَأْمَنُوهُ عَلَىٰ أَمَانَةٍ۔ [2]

شراب پینے والے کی باتوں کی تصدیق نہ کرو، اور اس سے اپنی بیٹی کی شادی نہ کرو، جب بیمار ہوجائے تو اس کی عیادت کے لئے نہ جاؤ، اور جب مرجائے تو اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو اور اس کو دی ہوئی امانت پر مطمئن نہ ہو۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَخْرُجُ الْخَمَّارُ مِنْ قَبْرِهِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ: آيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللهِ۔ [3]

---

[1] سورۂ مائدہ آیت 90-91

[2] وسائل الشیعہ ج25، ص312، باب 11، حدیث 31988؛ بحار الانوار ج76، ص127، باب 86، حدیث 7

[3] تفسیر معین ص123

جس وقت شراب پینے والا روز قیامت قبر سے باہر آئے گا تو اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: رحمت خدا سے مایوس۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْخَمْرُ اُمُّ الْفَواحِشِ، وَاَکْبَرُ الْکَبائِرِ۔ [1]

شراب خوری تمام ہی گناهان کبیرہ کا سرچشمہ ہے۔

نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

لَعَنَ اللهُ الْخَمْرَ وَعاصِرَ ها وَغَارِسَها وَ شارِبَها وَساقِیهاوَ بائِعَها وَمُشْتَرِیها وَآکِلَ ثَمَنِها وَحامِلَها وَالْمَحْمُولَةَ اِلَیهِ۔ [2]

خداوندعالم شراب، شراب بنانے والے، شراب بننے والے درختوں کولگانے والے، شراب پینے والے، شراب پلانے والے، شراب خریدنے والے اورشراب بیچنے والے، اس کی تجارت سے حاصل کرنے والے، اس پیسہ کو لے جانے والے، اور (شراب) کواٹھانے والے، سب پرخداوندعالم نےلعنت کی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بہت اہم روایت میں فرماتے ہیں:

مَنْ کانَ یؤْمِنُ بِاللهِ وَالْیوْمِ الْآخِرِ فَلاَ یجْلِسْ عَلیٰ مائِدَةٍ یشْرَبُ عَلَیها الْخَمْرُ۔ [3]

جوشخص خدااورروز قیامت پرایمان رکھتا ہےتو اس کے لئے سزاوارنہیں ہے کہ شراب کے دسترخوان بیٹھے۔

مفضل کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ خداوندعالم نے مست کرنے والی چیزکوکیوں حرام کیا ہے؟

تو امامؑ نے فرمایا: کیونکہ اس سے فتنہ وفساداورنقصان ہوتا ہے، شراب خور کے بدن میں رعشہ پیدا ہوجاتا ہے، اس کے دل سے نورختم ہوجاتا ہے، اس کی مروت ختم ہوجاتی ہے، گناہ کرنے پر جرأت پیدا ہوجاتی ہے، خونریزی کرتا ہے، زناکار ہوجاتا ہے، مستی کی حالت میں اپنے محرم پرتجاوز کرتا ہے، اوراپنی عقل کوگنوادیتا ہے اوراس کی برائیوں اورشر میں اضافہ ہوتاجاتا ہے۔! [4]

---

[1] کنزالعمال ص13182

[2] امالی صدوق ص424، مجلس66، حدیث1؛ بحارالانوار ج76، ص126، باب86، حدیث5

[3] خصال ج1، ص163، حدیث215؛ وسائل الشیعہ ج2، ص50، باب16، حدیث1450؛ بحارالانوار ج79، ص129

[4] عن عبد الرحمن بن سالم عن المفضل قال: قلت لأبی عبد الله علیه السلام: لم حرم الله الخمر؟ قال: حرم الله الخمر لفعلها وفسادها لأن مدمن الخمر تورثه الارتعاش، وتذهب بنوره، وتهدم مروته، وتحمله علی أن یجترئ علی ارتکاب المحارم وسفك الدماء ورکوب الزنا ولا یومن اذا سکر ان یثب علی حرمه وهو لا یعقل ذلك، ولا یزید شاربها الا کل شر

گالیاں اور نازیبا الفاظ

لوگوں کو نازیبا الفاظ کہنا اور گالیاں دینا بہت ہی زیادہ بُری بات ہے، جو اخلاق سے دوری کی نشانی ہے، نیز دینداری اور انسانی وقار کے برخلاف ہے۔

قرآن مجید نے مومنین کو سبّ و شتم اور گالیوں کی اجازت دشمنان خدا تک کے لئے نہیں دی ہے، نیز روایت و احادیث میں لوگوں کو حیوانات اور دوسری اشیاء کے بارے میں ناسزا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ..."۔ [1]

اور خبردار تم لوگ ان ہیں بُرا بھلا نہ کہو جن کو یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہیں کہ اس طرح یہ دشمنی میں بغیر سمجھے بوجھے خدا کو بُرا بھلا کہیں گے۔۔۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا النَّاسَ فَتَكْسِبُوا الْعَدَاوَةَ بَيْنَهُمْ۔ [2]

لوگوں کو گالیاں نہ دو، کیونکہ اس سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا فرمان ہے:

سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ، وَاَكْلُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔ [3]

مومن کو گالی دینا فسق ہے، اور اس کا قتل کفر ہے اور اس کی غیبت کرنا خدا کی معصیت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الشَّيْطَانَ، وَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِ۔ [4]

شیطان تک کو گالی نہ دو، صرف شیاطین کے شر سے خدا سے پناہ مانگو۔

نیز فرمایا:

لَاتَسُبُّوا الرِّيَاحَ، فَاِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ، وَلَا تَسُبُّوا الْجِبَالَ وَلَا السَّاعَاتِ وَلَا الْاَيَّامَ وَلَا اللَّيَالِي فَتَأْثَمُوْا

---

[1] سورۂ انعام آیت 108

[2] کافی ج2، ص360۔، باب السباب، حدیث3؛ بحار الانوار ج72، ص163، باب57، حدیث34

[3] من لا یحضرہ الفقیہ ج4، ص418، من الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث5913؛ ثواب الاعمال ص240؛ بحار الانوار ج72، ص148، باب 57، حدیث6

[4] کنز العمال ص2120

وَتَرْجِعُ اِلَیکُمْ۔ [1]

ہوا کو گالی نہ دو کیونکہ یہ خدا کی طرف سے ہے، پہاڑوں، وقت اور روز وشب کے بارے میں ناسزا نہ کہو، چونکہ یہ کام گناہ ہے، اور گناہوں کا نقصان خود تم کو پہنچے گا۔

اسراف (فضول خرچی)

کھانے پینے، لباس، معاشرت ومحبت، دنیاوی عشق اور بخشش وانفاق میں زیادہ روی کرنا اسراف کے مصادیق میں سے ہے، اور اسراف قرآن وحدیث کی نظر میں قابل مذمت اور بُرا عمل ہے۔

اسراف اس قدر بُرا کام ہے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ اسراف کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا۔

"۔۔کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ"۔ [2]

۔۔۔کھاؤ پیؤ مگر اسراف نہ کرو کہ خدا اسراف کرنے والوں دوست نہیں رکھتا ہے۔

اسراف کرنے والا، فضول خرچی کرنے والا اور مال ودولت کو تباہ وبرباد کرنے والا؛ قرآن مجید کی نظر میں اسراف کرنے والا ہے اور اسراف کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں:

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا"۔ [3]

اسراف کرنے والے شیاطین کے بھائی بند ہیں اور شیطان تو اپنے پروردگار کا بہت بڑا انکار کرنے والا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ مِنَ السَّرَفِ اَنْ تَاکُلَ کُلَّ مَا اشْتَهَیتَ۔ [4]

جس ہر چیز کو دل چاہے ان کا کھانا اسراف ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنَّ لِلسَّخاءِ مِقْداراً فَاِنْ زادَ عَلَیهِ فَهُوَ سَرَفٌ۔ [5]

سخاوت کی بھی ایک حد ہے اگر انسان اس حد سے گزر جائے تو اسراف ہے۔

---

[1] علل الشرائع ج2، ص577، باب 383، حدیث 1؛ بحارالانوار ج57، ص9، باب 29، حدیث 8

[2] سورۂ اعراف آیت 31

[3] سورۂ اسراء آیت 27

[4] مجموعہ ورام ج2، ص229

[5] اعلام الدین ص313؛ بحارالانوار ج75، ص377، باب 29، حدیث 3

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَيحَ الْمُسْرِفِ، مَا اَبْعَدَهُ عَنْ صَلَاحِ نَفْسِهِ وَاسْتِدْرَاكِ اَمْرِهِ. [۱]

افسوس ہے اسراف کرنے والے پر کہ وہ اپنے نفس کی اصلاح کرنے اور اپنی زندگی کو درک کرنے سے کس قدر دور ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

لِلْمُسْرِفِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَشْتَرِي مَا لَيْسَ لَهُ، وَيَلْبِسُ مَا لَيْسَ لَهُ، وَيَأْكُلُ مَا لَيْسَ لَهُ. [۲]

اسراف کرنے والے کی تین نشانیاں ہیں: ایسی چیزیں خریدتا ہے، پہنتا ہے اور کھاتا ہے جو اس کی شان کے مطابق نہیں ہے۔

نیز امام صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اِنَّ الْقَصْدَ اَمْرٌ يُحِبُّهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ، وَاِنَّ السَّرَفَ يُبْغِضُهُ اللهُ، حَتّٰى طَرْحَكَ النَّوَاةَ، فَاِنَّهَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ وَحَتّٰى صَبَّكَ فَضْلَ شَرَابِكَ. [۳]

بے شک میانہ روی ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور اسراف کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے، خرمہ کی بوئی جانے والی گٹھلی کو دور پھینک دینا اور اپنی ضرورت سے زیادہ پانی بہانا، اسراف اور فضول خرچی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَاِيَّاهُ وَالْفَسَادَ، فَاِنَّ اِعْطَائَكَ الْمَالَ فِي غَيْرِ وَجْهِهِ تَبْذِيرٌ وَاِسْرَافٌ وَهُوَ يَرْفَعُ ذِكْرَ صَاحِبِهِ فِي النَّاسِ، وَيَضَعُهُ عِنْدَ اللهِ. [۴]

جو شخص صاحب مال و دولت ہو اس کو فساد سے پرہیز کرنا چاہئے، بے شک اسراف و تبذیر یہ ہے کہ اپنے مال و دولت کو بلاوجہ صرف کرے، اس طرح خرچ کرنا صاحب مال کے نام کو مٹا دیتا ہے، اور ایسا کرنے والا انسان خدا کے نزدیک ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

ملاوٹ اور دھوکہ بازی کرنا

کسی بھی کام میں دھوکہ بازی کرنا اور بیچنے والی چیزوں میں ملاوٹ کرنا مثلاً عیب دار چیز کو بے عیب بنا کر بیچنا وغیرہ، یا

---

[۱] غرر الحکم ص 359، الفصل الاول ذم الاسراف، حدیث 8132؛ تفسیر معین ص 146

[۲] خصال ج1، ص121، حدیث 113؛ بحار الانوار ج69، ص206، باب 106، حدیث 7

[۳] کافی ج4، ص52، باب فضل القصد، حدیث 2؛ بحار الانوار ج68، ص346، باب 86، حدیث 10

[۴] تحف العقول ص ۱۸۵؛ بحار الانوار ج ۷۵، ص ۹۶، باب ۱۷، حدیث ۲.

اسی طرح کے دوسرے کام غش اور دھوکہ بازی کے مصادیق ہیں۔

ملاوٹ اور دھوکہ بازی کے سلسلہ میں اقتصادی مسائل سے متعلق آیات میں قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے، اسی طرح احادیث میں بھی اس بُرے کام کے سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ملتا ہے۔

بے شک قرآن مجید اور حدیث کی روشنی میں ملاوٹ ایک حرام کام اور لوگوں کے ساتھ خیانت ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ وَلاَ یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اِذا باعَ مِنْ اَخِیهِ بَیعاً فِیهِ عَیبٌ اَنْ لاَ یبَینَهُ۔ [1]

مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنے عیب دار مال کو فروخت کرتے وقت اس کے عیب کو نہ بیان کرے اور دوسرے مسلمان کو بیچ دے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ الْمُسْلِمِینَ حُشِرَ مَعَ الْیهُودِ یوْمَ الْقِیامَةِ، لِاَنَّهُمْ اَغَشُّ النّاسِ لِلْمُسْلِمِینَ۔ [2]

جوشخص مسلمانوں کے ساتھ ملاوٹ اور دھوکہ سے کام لے تو خداوندعالم اس کو روز قیامت یہودی محشور کرے گا کیونکہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ خیانت یہودی ہی کرتے ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ باعَ عَیباً لَمْ یبَینْهُ لَمْ یزَلْ فِی مَقْتِ اللهِ، وَلَمْ تَزَلِ الْمَلاَئِکَةُ تَلْعَنُهُ۔ [3]

جوشخص کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے لیکن اس کے عیب کو نہ بیان کرے تو ہمیشہ اس پر غضب پروردگار رہوتا رہتا ہے، اور فرشتے ہمیشہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنْ غَشَّ النّاسَ فِی دِینِهِمْ فَهُوَ مُعانِدٌ لِلّهِ وَرَسُولِهِ۔ [4]

جوشخص اپنے مومن بھائی کے ساتھ ملاوٹ اور دھوکہ بازی سے کام لے تو ایسا شخص خدا اور رسول کا دشمن ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے:

---

[1] تفسیر معین ص374

[2] من لایحضرہ الفقیہ ج3، ص273، باب الاحسان وترک الغش فی البیع، حدیث3987

[3] کنزالعمال ص9501

[4] غررالحکم ص86، الدین ھوالملاک، حدیث1436

اِنَّ اَعْظَمَ الْخِیانَةِ خِیانَةُ الْاُمَّةِ، وَاَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْاَئِمَّةِ۔ [۱]

بے شک سب سے بڑی خیانت؛ امت (مسلمہ) کے ساتھ خیانت کرنا ہے اور سب سے بڑی دھوکہ بازی (دینی) رھبروں کے ساتھ دھوکہ بازی ہے۔

ربا (سود)

لوگوں سے سود لینے کی غرض سے قرض دینا، یا کوئی پست چیز دے کر اچھی چیز لینے کی غرض سے معاملہ کرنا جیسے دس کیلو گھٹیا گیھوں، چاول یا خرما دے کر 8 کلو بہترین گیھوں، چاول یا خرما لینا، یہ بھی ربا، سود کے مصداق اور گناھان کبیرہ میں سے ہے، جس کے سلسلہ میں خداوندعالم نے قطعی عذاب کا وعدہ دیا ہے:

"یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ..."۔ [۲]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرواور جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم صاحبان ایمان ہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خداو رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شَرُّ الْمَكاسِبِ كَسْبُ الرِّبٰ۔ [۳]

سب سے بُرا کسب معاش، سود کے ذریعہ کسب معاش ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَنْ اَكَلَ الرِّبا مَلَأَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بَطْنَهُ مِنْ نارِ جَهَنَّمَ بِقَدْرِ مَا اَكَلَ، وَاِنِ اكْتَسَبَ مِنْهُ مَالاً لَایقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ شَیئاً مِنْ عَمَلِهِ، وَلَمْ یزَلْ فِی لَعْنَةِ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ ما كانَ عِنْدَهُ قِیراطٌ۔ [۴]

جو شخص جس قدر سود خوری کرتا ہے خداوندعالم اسی مقدار میں اس کے پیٹ کو آتش جہنم میں بھر دیتا ہے، اگر انسان رباخوری کے ذریعہ دولت کمائے تو خداوندعالم روز قیامت اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا، اور سود کا ایک پیسہ بھی اس کے پاس ہو تو خداوندعالم اور فرشتہ ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] نہج البلاغہ ص605، نامہ 26؛ بحارالانوار ج33، ص528، باب 29، حدیث 719

[۲] سورۂ بقرہ آیت 278-279

[۳] من لایحضرہ الفقیہ ج4، ص377، من الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 5775؛ وسائل الشیعہ ج18، ص122، باب 1، حدیث 23282

[۴] ثواب الاعمال ص285، عقاب مجمع عقوبات الاعمال؛ بحارالانوار ج73، ص364، باب 67، حدیث 30

دِرْهَمٌ رِبًا أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ سَبْعِينَ زِنْيَةً بِذَاتِ مَحْرَمٍ فِي بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ ۔ [1]

سود کا ایک پیسہ خدا کے نزدیک اس سے کہیں زیادہ بُرا ہے کہ خانہ خدا میں اپنے محرم (ماں بہن) سے 70 بار زنا کیا ہو۔

نیز امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَعَنَ آكِلَ الرِّبَا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ ۔ [2]

خداوند عالم، سود لینے والے، سود دینے والے، سود کے معاملہ کو لکھنے والے اور اس معاملہ پر گواہ ہونے والے پر لعنت کرتا ہے۔

تباہی و ہلاکت کے اسباب

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں گزشتہ امتوں کی ہلاکت وتباھی اوران کے مختلف عذاب کے اسباب وعلل بیان کئے ہیں۔

اگر انسان قرآن مجید کی ان آیات پر غور وفکر کرے جو گزشتہ امتوں کے عذاب کی وجوہات بیان کرتی ہیں تو انسان میں نفسانی کمال پیدا ہوجائیں اور ہلاکت وتباہی سے دور ہوجائے۔

قرآن مجید نے درج ذیل عناوین کو گزشتہ امتوں کی ہلاکت اوران کے عذاب کے اسباب بتایا ہے:

اپنے نفس پر ظلم، دوسروں پر ظلم، اسراف، حق کا انکار وکفر، فسق، طغیان، غفلت اور جرم۔ [3]

حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] عوالی اللئالی ج 2، ص 136، حدیث 374؛ بحار الانوار ج 100، ص 117، باب 5، حدیث 13

[2] من لایحضره الفقیہ ج 4، ص 8 باب ذکر جمل من مناھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث 4968؛ بحار الانوار ج 100، ص 116، باب 5، حدیث 8

[3] **عناوین کے لحاظ سے:**

"مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؀" (آل عمران)

"وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ؀" (سورۂ یونس)

"مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ؀" (سورۂ انبیاء)

"ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَاۗءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ؀" (سورۂ انبیاء)

"وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ؀" (سورۂ اسراء)

"فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ؀" (سورۂ حاقه)

"ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ؀" (سورۂ انعام)

"اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ؀" (سورۂ دخان)

اَمَّا الْمُهْلِكاتُ: فَشُحٌّ مُطاعٌ، وَهَوىً مُتَّبَعٌ، وَاِعْجابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ۔ [1]

ہلاک کرنے والی چیزیں یہ ہے: ہمیشہ بخل کرنا، ہوائے نفس کی پیروی کرنا، اور انسان کی خود غرضی۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الدّینارَ وَالدِّرْهَمَ اَهْلَكا مَنْ كانَ قَبْلَكُمْ وَهُما مُهْلِكاكُمْ۔ [2]

بے شک درہم و دینار نے گزشتہ قوموں کو ہلاک کردیا اور یہی چیز تم لوگوں کو بھی ہلاک کرنے والی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ۔ [3]

جوشخص اپنی رائے میں استبداد کرے اور قوانین الٰہی اور عاقل لوگوں سے مشورہ نہ کرے تو ہلاک ہوجائے گ۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

هَلَكَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهُ۔ [4]

جوشخص اپنی قدر ومنزلت نہ پہچانے اور اپنی موقعیت اور حالت سے آشنا نہ ہو وہ ہلاک ہوجاتا ہے۔

نیز امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يُهْلِكُ اللهُ سِتّاً بِسِتٍّ: اَلْاُمَراءَ بِالْجَوْرِ، وَالْعَرَبَ بِالْعَصَبِيَةِ، وَالدَّهاقِينَ بِالْكِبْرِ، وَالتُّجارَ بِالْخِيانَةِ، وَاَهْلَ الرُّسْتاقِ بِالْجَهْلِ، وَالْفُقَهاءَ بِالْحَسَدِ۔ [5]

خداوند عالم نے چھ گروہوں کو چھ چیزوں کے ذریعہ ہلاک کیا: حکام کوظلم وستم کی وجہ سے، عرب کوتعصب کی وجہ سے، رؤسا کوتکبر کی وجہ سے، تاجروں کوخیانت کی وجہ سے، دیہاتیوں کو جہالت کی وجہ سے اور (علماء و) فقہاء کوحسد کی وجہ سے

تکبر

تکبر، شیطانی صفت، خدا کے مدمقابل قرار دینے والی وجہ اور لوگوں کو ذلیل وخوار سمجھنے والی شئے ہے۔

تکبر چاہے خدا، قرآن انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی نسبت ہو یا دوسرے لوگوں کی نسبت ہو (جوشاید اس سے بہتر ہوں) تو تکبر کرنے والا شیطانی گروہ اور ابلیس کا ساتھی، خدا کی طرف سے ملعون اور اس کی رحمت سے محروم ہے۔

---

[1] خصال ج1، ص84، حدیث 12؛ بحار الانوار ج67، ص6، باب 41، حدیث 3

[2] کافی ج2، ص316، باب حب الدنیا والحرص علیھا، حدیث 6؛ مشکاۃ الانوار ص126، الفصل السادس فی الغنی والفقر

[3] نہج البلاغہ ص799۔ حکمت 161

[4] غرر الحکم ص233، عرفان القدر، حدیث 4677

[5] کشف الغمہ ج2 ص206؛ بحار الانوار ج75، ص207، باب 23، حدیث 67

جیسا کہ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق [1] ابلیس اپنے تکبر اور غرور کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے نکال دیا گیا اور لعنت کا طوق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی گردن میں ڈال دیا گیا، اسی طرح تکبر کرنے والا شخص اپنے تکبر و غرور کی وجہ سے انسانیت اور مقام آدمیت کو کھو بیٹھتا ہے۔

قرآن مجید نے تکبر کرنے والوں اور تکبر کی عادت رکھنے والوں کو روز قیامت کے دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا ہے:

"۔۔۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا"۔ [2]

۔۔۔اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر سے کام لیا ہے ان پر دردناک عذاب کرے گا اور ان ہیں خدا کے علاوہ نہ کوئی سرپرست ملے گا اور نہ مددگار۔

قرآن مجید نے تکبر کرنے والوں کو خدا کی محبت سے خارج قرار دیتے ہوتے خدا کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے:

"۔۔۔اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ"۔ [3]

۔۔۔وہ مستکبرین کو ھرگز پسند نہیں کرتا ہے۔

روز قیامت تکبر کرنے والوں کو سختی کے ساتھ حکم دیا جائے کہ جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ۔

"اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ"۔ [4]

اب جہنم کے دروازوں سے داخل ہو جاؤ اور اسی میں ہمیشہ رہو کہ اکڑنے والوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِجْتَنِبُوا الْكِبْرَ، فَاِنَّ الْعَبْدَ لَا يزالُ يتَكَبَّرُ حَتّٰى يقُولَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ: اُكْتُبُوا عَبْدِى هٰذا فِى الْجَبَّارِينَ۔ [5]

تکبر سے اجتناب کرو، بے شک جب انسان ہمیشہ تکبر سے کام لیتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے: میرے اس بندے کا نام جباروں میں لکھ دیا جائے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[1] سورۂ اعراف آیت 13

[2] سورۂ نساء آیت 173

[3] سورۂ نحل آیت 23

[4] سورۂ غافر آیت 76

[5] کنز العمال ص ۷۷۲۹

اِيَّاكَ وَالْكِبْرَ، فَاِنَّهُ اَعْظَمُ الذُّنُوبِ، وَاَلْاَمُ الْعُيُوبِ، وَهُوَ حِلْيَةُ اِبْلِيسَ۔ [1]

تکبر سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور بہت بُرا عیب ہے، تکبر ابلیس کی زینت ہے۔

نیز امام علی علیہ السلام نے فرمایا:

عَجِبْتُ لِابْنِ آدَمَ، اَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَهُوَ قَائِمٌ بَيْنَهُمَا وِعَاءً لِلْغَائِطِ ثُمَّ يَتَكَبَّرُ۔ [2]

واقعاً انسان پر تعجب ہوتا ہے جس کی ابتداء نطفہ اور جس کا انجام ایک بدبودار مردار ہو یعنی جس کی ابتداء اور انتہا نجاست ہو، لیکن پھر بھی تکبر کرتا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اعلان عام تھا:

اِيَّاكُم وَالْكِبْرَ، فَاِنَّ اِبْلِيسَ حَمَلَهُ الْكِبْرُ عَلَى تَرْكِ السُّجُودِ لِآدَمَ۔ [3]

تکبر سے دوری اختیار کرو، کیونکہ اسی تکبر کی وجہ سے شیطان نے حکم خدا کی مخالفت کی اور جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کی۔

قارئین کرام! گزشتہ صفحات میں بیان ہونے والے عناوین سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تمام بُرائیاں یہی نہیں ہیں بلکہ یہ تو بُرائیوں کے چند نمونہ تھے جن کی وجہ سے انسان دنیا وآخرت میں ذلیل ورسوا ہوجاتا ہے۔

بعض دوسری معنوی بُرائیوں کا مرتکب انسان سب سے بُرے حیوانوں سے بھی بُرا ہوجاتا ہے، اور روز قیامت انسان کا باطن انسان کی شکل میں ظاہر ہوگا، وہ برائیاں کچھ یوں ہیں: اپنے کو کفار ومشرکین کی شبیہ بنانا، جہالت ونادانی میں باقی رہنا، نسل و اقتصاد میں فساد کرنا، بدعت گزاری، غرور، سستی اور کاھلی، چوری، قتل، حرام چیزوں میں دوسروں کی پیروی کرنا، دوسروں کی نسبت بدگمانی کرنا، خدا سے بدگمانی کرنا، وسوسہ، پستی وذلت میں زندگی بسر کرنا، فتنہ وفساد پھیلانا، چغل خوری، شرک، بے جا تمنا کرنا، جلد بازی کرنا، قساوت قلب، لجاجت اور ہٹ دھرمی، جنگ وجدال کرنا، ناچ گانا، اختلاف کرنا، (غیر دینی) گروہ بنانا، غیظ وغضب اور جدائی، بے جا تعصب، لالچ، لوگوں کے عیوب ڈھونڈنا، حرص، زنا، حسد، ماں باپ، اہل وعیال اور دوسرے لوگوں کے حقوق ضائع کرنا۔

اگر ہم ان تمام عناوین کی قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کرنا چاہیں تو چند جلد کتاب بن جائیں، ان چیزوں کی تفصیل کے سلسلہ قرآنی تفاسیر اور احادیث واخلاق کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

ہم اس فصل کو پوری کتاب میں بیان ہونے والے مطالب کا خلاصہ بیان کرتے ہوتے ختم کرتے ہیں:

---

[1] غرر الحکم ص ۳۰۹، الکبر وذمہ، حدیث ۷۱۲۴؛ تفسیر معین ص ۱۶۸

[2] علل الشرائع ج ۱ ص ۲۷۵، باب ۱۸۴، حدیث ۲؛ وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۳۳۴، باب ۱۸، حدیث ۸۸۰؛ بحار الانوار ج ۷۰، ص ۲۳۴، باب ۱۳۰، حدیث ۳۳

[3] ارشاد القلوب ج ۱، ص ۱۲۹، الباب الاربعون فی ذم لاحسد

اس کتاب کے ایک حصہ میں خداوند عالم کی مادی اور معنوی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے انسان عبادت و بندگی کی طاقت حاصل کرنے کے لئے فیضیاب ہوتا ہے، نیز اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ خداوند عالم کی مادی اور معنوی نعمتوں کو بے جا اور نامناسب طریقہ پر خرچ کرنا گناہ و معصیت ہے۔

اس کتاب میں اس بات پر بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ توبہ وانابہ اور خدا کی طرف بازگشت یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کو اس کی معین کردہ راہ میں خرچ کرے، دوسرے الفاظ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ توبہ یعنی اپنے گزشتہ پر نادم و پشیمان ہونا اور اپنے گزشتہ کی تلافی اور جبران کرنا ہے، اور آئندہ میں اپنے اصلاح کے لئے کوشش کرنا۔

ایک حصہ میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان کتنا ہی گناہوں میں آلودہ ہو ایک بیمار کی طرح ہے اور خداوند عالم کی طرف سے اس بیماری کے علاج اور شفاء کے لئے تمام دروازے کھلے ہیں، لہٰذا انسان کو ہرگز ناامید نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس بات پر یقین رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم توبہ قبول کرنے والا ہے، اور خداوند عالم کی بے نھایت رحمت وقدرت اور اس کا لطف و کرم آسانی کے ساتھ توبہ کرنے والے گناہگار کے شامل حال ہوجاتا ہے، خداوند عالم انسان کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، اور اس پر اپنی رحمت نازل کرتا ہے، توبہ کرنے والے کو چاہئے کہ لوگوں کے مالی حقوق کو ادا کرے اور قرآنی رو سے واجب مالی حقوق کو ادا کرے، قضا شدہ واجبات کی ادائیگی کرے، اور گناہوں کو ترک کرنے کا قطعی فیصلہ کرے، اور اس قطعی فیصلہ پر پابندرہے۔

اس کتاب کے اہم حصہ میں توبہ سے متعلق آیات واحادیث کو بیان کیا گیا اور توبہ کرنے والوں کے واقعات بیان کئے گئے خصوصاً ایسے واقعات جن کو کم لکھا گیا اور سنا گیا ہے، اور آخر میں قرآن وحدیث کی روشنی میں اصلاح نفس کے چالیس عنوان بیان کئے گئے ہیں۔

حقیر کا نظریہ ہے کہ اگر گناہوں کا مرتکب انسان اس کتاب کا غور سے مطالعہ کرلے یا مجالس یا نماز جمعہ کے خطبوں میں اس کتاب کے مطالب کو بیان کریں اور بعض گناہوں میں ملوث حضرات جو خود توبہ کی طرف مائل ہیں؛ ان سبھی کے لئے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔ دینی مبلغ کو لوگوں کی ہدایت سے مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے، مبلغین عزیز، انبیاء علیہم السلام کی طرح گمراھوں کی نسبت ایک باپ جیسا سلوک کریں، اور گناہگاروں کے ساتھ اپنی اولاد جیسا برتاؤ کرے ان کو پیار و محبت کے ساتھ سمجھائے، بہت ہی پیار و محبت اور لطیف انداز میں حلال وحرام کی تعلیم دیں اور انسانی واخلاقی حقائق کی وضاحت کریں اور اسی طرح صبر وحوصلہ کے ساتھ کام کرتے رہیں۔

امام عارفین، مولائے عاشقین اور امیر المومنین علیہ السلام نے تمام مبلغین اور معاشرہ کی اصلاح کرنے والے دلسوز علماء کو ایک پیغام دیا ہے کہ بیمار گناہ کے علاج سے ناامید نہ ہوں۔

گناہگاروں کے ساتھ پیار و محبت اور لطف و کرم کا رویہ اختیار کریں ان کو دینی حقائق بتائیں اور ان کو نرم لہجہ میں توبہ کے لئے تیار کریں اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی زحمتوں کو برداشت کریں، جو واقعاً دنیا وآخرت میں رحمت الٰہی شامل حال ہونے کا

طریقہ ہے۔

ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

أُحِبُّ اَنْ یرْحَمَنِی رَبّی، قالَ: ارْحَمْ نَفْسَكَ، وَارْحَمْ خَلْقَ اللهِ یرْحَمْكَ اللهُ ۔ [۱]

میں چاہتا ہوں کہ خدا مجھ پر رحم و کرم کرے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو خود اپنے اوپر اور دوسروں پر رحم کر تو خداوند عالم تجھ پر اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔

بعض وجوہات کی بنا پر انسان گناہوں میں گرفتار ہو جاتا ہے ان ہیں اپنے سے دور نہیں کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو ایک بیمار کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے، بیمار کو فطری طور پر مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور اپنی نجات کے لئے امداد ہے، واقعاً بیمار قابل ترحم ہوتا ہے، اس کو بلائیں اگر وہ نہ آئے تو ہم خود جائیں، اور اس سے نرم لہجہ میں گفتگو کریں، دنیا و آخرت میں گناہوں کے خطرناک آثار کو بیان کریں، اس کو خدا کے لطف و کرم اور نعمتوں کی یاد دلائیں اور اس بات کی امید رکھنا چاہئے کہ خداوند عالم تمہارے ذریعہ سے اس کو توبہ اور بازگشت کی توفیق عنایت فرمائے گا، کہ اگر کوئی شخص ہمارے ذریعہ سے ہدایت پا گیا اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلی تو واقعاً یہ کام ہمارے ہر عمل سے زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تبلیغ دین کے لئے یمن بھیجا تو مجھ سے فرمایا: کسی سے بھی جنگ نہ کرنا مگر یہ کہ پہلے اس کو اسلام کی دعوت دینا، اور اس کے بعد فرمایا:

وَایمُ اللهِ لَاَنْ یهْدِی اللهُ عَلیٰ یدَیكَ رَجُلاً خَیرٌ لَكَ مِمّا طَلَعَتْ عَلَیهِ الشَّمْسُ وَغَرَبَتْ ۔ [۲]

ذات خدا کی قسم! اگر کوئی شخص تمہارے ذریعہ ہدایت حاصل کرلے تو یہ تمہارے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج چمکتا ہے۔

آخر میں خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں:

پالنے والے! ہمارے پاس آنسوؤں کے علاوہ کوئی سرمایہ نہیں، سوائے دعا کے کوئی اسلحہ نہیں، اور تیرے علاوہ کسی سے امید نہیں ہے؛ خدایا! ہمیں حقیقی توبہ کی توفیق عنایت فرما!، اور ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری اور عبادت و بندگی سے مزین فرمادے، اور ہماری باقی ماندہ عمر کو ظاہری و باطنی گناہوں سے محفوظ فرما، اور ہماری زندگی و موت کو محمد و آل محمد (علیہما لسلام) کی زندگی و موت کی طرح قرار دے۔ (آمین یا رب العالمین بحق محمد آل محمد علیہم السلام)

---

[۱] کنز العمال ص ۴۱۵۴

[۲] کافی ج ۵، ص ۲۸، باب وصیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و امیر المومنین فی السرایا، حدیث ۴؛ بحار الانوار ج ۲۱، ص ۳۶۱، باب ۳۴، حدیث ۳

فہرست منابع و ماخذ

1۔ قرآن کریم
2۔ نہج البلاغہ
3۔ اختصاص، شیخ مفید، کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔
4۔ ارشاد القلوب، شیخ مفید، کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔
5۔ اسرار معراج، شیخ علی قرنی گلپائیگانی۔
6۔ اعلام الدین، حسن بن علی دیلمی۔
7۔ اعلام الوری، فضل بن حسن طبرسی۔
8۔ الترغیب، زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری۔
9۔ الدر المنثور، سیوطی۔
10۔ الزھد، احمد بن زیاد۔
11۔ امالی، شیخ صدوق، کتابخانہ اسلامیہ 1362ھ ش۔
12۔ امالی، شیخ طوسی، دار الثقافہ قم 1414ھ ق۔
13۔ امالی، شیخ مفید کنگرہ شیخ مفید قم 1413ھ ق۔
14۔ باز گشت بہ خدا، علی اکبر ناصری۔
15۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی، الوفاء بیروت 1404ھ ق۔
16۔ بصائر الدرجات، محمد بن حسن بن فروخ صفار، کتابخانہ آیت اللہ مرعشی نجفی 2 قم 1410ھ ق۔
17۔ پیشوای شہیدان، سید رضا صدر۔
18۔ تحف العقول، حسن بن شعبہ بحرانی، جامعہ مدرسین قم 1404ھ ق۔

19۔ تذکرۃ الاولیاء، عطار نیشاپوری۔

20۔ تفسیر امام حسن عسکریؑ۔

21۔ تفسیر برھان، سید ھاشم بحرانی،

22۔ تفسیر صافی، فیض کاشانی، الاعلمی بیروت۔

23۔ تفسیر عیاشی، عیاشی، مکتب العلمیہ الاسلامیہ۔

24۔ توحید مفضل، امام صادقؑ۔

25۔ تفسیر فرات، فرات کوفی۔

26۔ تفسیر قمی، علی بن ابراھیم قمی، الاعلمی بیروت۔

27۔ تفسیر کشف الاسرار، میبدی۔

28۔ تفسیر معین، نور الدین محمد کاشانی۔

29۔ تفسیر نمونہ، مکارم شیرازی، دار الکتب الاسلامیہ۔

30۔ ثواب الاعمال، شیخ صدوق، رضی قم 1364ھ ش۔

31۔ جامع الاخبار، تاج الدین شعیری، انتشارات رضی قم 1363ھ ش۔

32۔ جامع النورین، ملا اسماعیل سبزواری۔

33۔ جاھلیت قرن بیستم، صدر الدین بلاغی۔

34۔ جعفریات، عبداللہ حمیری۔

35۔ حسن یوسف، سید رضا صدر۔

36۔ خرائج، قطب الدین راوندی۔

37۔ خصال، شیخ صدوق، جامعۂ مدرسین قم 1403ھ ق۔

38۔ دعوات، قطب الدین راوندی، مدرسہ امام مہدی (عج) قم 1407ھ۔

39۔ دیوان شمس، مولوی۔

40۔ راز آفرینش انسان، کرسی موریسن۔

41۔ راہ خدا شناسی، فھیمی۔

42۔ رجال، علامہ بحر العلوم۔

43۔ روح البیان، الشیخ اسماعیل حقی البروسوی۔

44۔ روضات الجنات، سید احمد خوانساری۔
45۔ روضۃ الواعظین، محمد بن حسن فتال نیشاپوری، رضی قم۔
46۔ سفینۃ البحار، حاج شیخ عباس قمی۔
47۔ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید۔
48۔ شرح نہج البلاغہ جعفری، علامہ جعفری۔
49۔ طب النبی، میرزا ابو طالب نائینی۔
50۔ عدۃ الداعی، ابن فہد حلی، دار الکتب الاسلامیہ، 1407ھ ق۔
51۔ علل الشرائع، شیخ صدوق، سید الشہداء قم 1366۔
52۔ علم و زندگی، ترجمہ احمد بیدشک۔
53۔ عنصر شجاعت، حاج میرازا خلیل کمرہ ای۔
54۔ عوالی اللآلی، ابن ابی جمہور احسائی، سید الشہداء قم 1405ھ ق۔
55۔ عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، جہان 1378۔
56۔ غرر الحکم، عبد الواحد بن محمد تمیمی آمدی، دفتر تبلیغات قم 1366۔
57۔ کافی، شیخ کلینی علیہ الرحمہ، دار الکتب الاسلامیہ 1365ھ ش۔
58۔ کشف الغمہ، علی بن عیسیٰ اربلی، مکتبہ بنی ہاشمی تبریز 1381۔
59۔ کنز العمال، علی المتقی الھندی، التراث الاسلامی بیروت 1389ھ ق۔
60۔ کنز الفوائد، ابو الفتح کراجکی، دار الزخائر قم 1410ھ ق۔
61۔ گنجینہ ھای زندگی۔
62۔ مجمع البیان، طبرسی، دار الاحیاء التراث العربی بیروت۔
63۔ مجموعہ ورام، ورام بن ابی فراس، مکتبۃ الفقیہ قم۔
64۔ محاسن، احمد بن محمد بن خالد برقی، دار الکتب الاسلامی قم 1371۔
65۔ محجۃ البیضاء، فیض کاشانی، دفتر انتشارات اسلامی۔
66۔ مستدرک الوسائل، محدث نوری، آل البیت قم 1408ھ ق۔
67۔ مشکاۃ الانوار، ابو الفضل علی طبرسی، حیدریہ، نجف 1385ھ ق۔
68۔ مصباح الشریعہ، امام صادقؑ، الاعلمی للمطبوعات 1400ھ ق۔

69۔ معانی الاخبار، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم۔

70۔ مفاتیح الجنان، حاج شیخ عباس قمی۔

71۔ مفردات، راغب اصفہانی، انتشارات ذوی القربیٰ قم 1423ھ ق۔

72۔ مکارم الاخلاق، رضی الدین حسن بن فضل طبرسی، شریف رضی قم۔

73۔ من لا یحضر الفقیہ، شیخ صدوق، جامعہ مدرسین قم 1413ھ ق۔

74۔ منہج الصادقین، ملا فتح اللہ کاشانی۔

75۔ منیۃ المرید، شہید ثانی۔

76۔ مواعظ العددیۃ، مشکینی۔

77۔ میزان الحکمہ مترجم محمدی ری شہری، دار الحدیث دوم 1379۔

78۔ نوادر، سید فضل اللہ راوندی، دار الکتاب قم۔

79۔ نور الثقلین۔ شیخ عبد علی بن جمعہ العروسی الحیوزی۔

80۔ وسائل الشیعہ، شیخ حر عاملی، آل البیت قم 1409۔